فسوف تری اذا کشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار

کشف الغبار

تصوف میں انسان پرستی کے اثرات

مؤلف
ماسٹر عبد الرشید عفی عنہ
پنڈوال ○ اٹک

بسم الله الرحمن الرحیم

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتی یاد است
که غیرِ یادِ خدا هر چه هست برباد است

فسوف تری اذا کشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار

کشف الغبار

تصوف میں انسان پرستی کے اثرات

مؤلف
ماسٹر عبدالرشید عفی عنہ
پنڈوال ○ اٹک

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جنوری2023ء

رابطہ نمبر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔0314-2907273

ناشر :۔۔۔۔۔۔۔۔چھچھ پرنٹنگ پریس حضرو(اٹک)

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

فہرست عناوین

******

میرا مسلک کیا ہے؟

میں مسلک کے لحاظ سے دیو بندی ہوں۔شرک و بدعت کا دشمن ہوں۔انسان پرستی اور قبر پرستی کا دشمن ہوں۔نذر و نیاز کھانا، مقررہ اوقات پر عرس کرنا، غیروں کے مال پر نظر رکھنا میرے مسلک کے خلاف ہے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ، بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سامنے سلف صالحین کی اختیار کردہ صراط مستقیم اور بس۔امور کشفیہ کا اعتبار ہو گا جب کتاب و سنت سے متصادم نہ ہو ورنہ القائے شیطانی ہو گا۔میرا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے جس میں روح سے فیض پایا جاتا ہے مگر روح سے فیض لینے سے مراد وہ نہیں جو جہلا سمجھتے ہیں۔ہاں مبتدی کے لیے روح سے فیض حاصل کرنا محال ہے۔

(مولانا اللہ یارؒ)

انتساب

اس مختصر کتاب کو اس عظیم ہستی کے نام کرتا ہوں جس نے پہلی دفعہ میرے ہاتھوں میں قلم دیکرا ہمیت قلم کو عملاً مرے دل و دماغ پر نقش کر دیا۔ یہ ہیں میرے عظیم والد گرامی مولانا الحافظ جناب محمد افضل خانؒ، علیہ رحمۃ واسعۃ جو مجھے طفلانہ سالی میں ہی چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو گئے تو مجھ پر کیا بیتی بقول حافظ:

روزی کہ فلک از تو بریدہ است مرا
کس با لب پر خندہ ندیدہ است مرا

بوئ نافہ

اگرچہ اس تحریر میں موجود حقائق و واقعات میرے نہاں خانۂ دل میں بصورت داغ ہائے سینہ موجود تھے جو کلمات کی شکل میں صفحۂ قرطاس پر بکھر گئے۔ تاہم اس تار کو چھیڑنے میں میرے دوست جناب سردار محمد امجد خان آف ڈھوک شرفاء کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس رُودادِ دل کو افشاء کرنے میں میرے بیٹے محمد اسامہ رشید خان کی تحریک تیز گامی کا سبب بنی اور میرے دوست خطاط ماسٹر محمد ارشد آف گاؤں بہادر خان (علاقہ چھچھ) اس کتاب کے تمام تر حسن محسوس کے خالق ہیں۔ میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

(مؤلف)

ابتدائیہ

نفس انسانی ہمیشہ سے لذت پسند ہے۔ یہ لذت پسندی جب آگے بڑھ کر حدود اللہ کو توڑتی ہے تو نفس، نفسِ امارہ کہلاتا ہے۔ جس کا کام ہے ہمیشہ برائی کی ترغیب دینا۔ اس پر عزیز مصر کی بیوی کا وہ قول صادق آتا ہے جسے قرآن حکیم نے کچھ یوں محفوظ کیا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورۃ یوسف:53)

ترجمہ : اور میں اپنے آپ کو پاک وصاف نہیں کہتی بیشک نفس تو انسان کو برائی ہی سکھاتا ہے۔ مگر جس پر میرا پروردگار رحم فرمائے۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا اور مہربان ہے۔

آیہ کریمہ میں ایک استثناء کا ذکر ہے۔ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي اس کا مشاہدہ یوں ہوتا ہے کہ انسان کے اندر برائی پر احساسِ ندامت پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر موجود نیکی اور برائی کی قوتیں باہم دست و گریبان ہو جاتی ہیں۔ فجور و تقویٰ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں کش مکش کی حالت ہوتی ہے۔ اب نفس کی Designation بدل دی جاتی ہے وہ امارہ سے لوامہ کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔

وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ

(سورۃ القیامۃ:2)

لی جیئے! یہ اتنا تو معتبر ہو گیا کہ ذات باری تعالیٰ نے اس کی قسم لے لی۔ یہ حالت زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ جب انسان پست جاذبیتوں پر غالب آجاتا ہے تو عرصہ حیات ختم ہوتے ہی نفس مطمئنہ کے خطاب سے بلاوا آجاتا ہے رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً کے الفاظ سے رضاعت کا سرٹیفیکیٹ ملتا ہے۔ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي کے اعلان سے اہل اللہ کی دائمی صحبت ملتی ہے اور وَادْخُلِي جَنَّتِي کی عنایت سے دخولِ جنت کی اجازت۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہوتا ہے:

یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ[1] ارْجِعِی اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً
فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی

(سورۃ الفجر، آیۃ 27 تا 30)

یہ ہے اِنَّ رَبِّی غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کا منظر۔ آج انسانیت مغفرت اور رحیمیت کے اس منظر سے دور کیوں ہے؟ انسان دھوکے میں کیوں پڑ گیا ہے؟ اور مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ کا جواب کیا ہے؟ اطاعتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار۔ یہ انکار زبانی ہو یا عملی۔ دونوں صورتوں میں ہلاکت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِی يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ إِلَّا مَن أَبَى، قالوا: يا رَسُولَ اللهِ، وَمَن يَأْبَى؟ قالَ: مَن أَطاعَنِي دَخَلَ الجَنَّةَ، وَمَن عَصانِي فقَدْ أَبَى

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میری سب امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے قبول نہ کیا۔ کہا گیا کس نے قبول نہ کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے قبول نہ کیا۔“

(مشکوۃ المصابیح، کتابُ الایمان: حدیث نمبر :143)

اس معصیت میں زبان کا کلیدی کردار ہے۔ اگر یہ کنٹرول میں ہو جائے تو بہت حد تک بات بن جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ یَضْمَنْ لِی مَابَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَابَیْنَ رِجْلَیْہِ أَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ

ترجمہ: جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں کانوں کے درمیان ہے اور دونوں پاؤں کے درمیان ہے۔ میں اس کو

---

[1] نفس کی ہر تین اقسام پر جامع و مختصر بات دلائل السلوک ص نمبر 47 منقولہ بر کتابچہ ہذا صفحہ 67

جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(مشکوۃ صفحہ 411)

بدگمانی، غیبت و جھوٹ اور تہمت جیسی اخلاقی وروحانی بیماریوں کا مرکز زبان ہی تو ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ یہ بیماریاں حسنات کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہیں اور انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

بدگمانی جب سر اٹھاتی ہے تو دوست و دشمن میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتی۔ جس کے نتیجہ میں دیرینہ ساتھی بھی دوریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ تحریر انھیں حقیقت سے آگاہ کرنے کی ایک کوشش ہے وہ بیچارے لاعلم تھے بس کسی پر اندھے اعتماد نے انھیں اس دَل دَل میں پھنسا دیا۔ یہ انسان پرستی بھی کیا مصیبت ہے! اللہ اس سے بچائے۔

اغن عن المخلوق بالخالق

تغن عن الکاذب بالصادق

معیت خالق کے ذریعے مخلوق سے بے نیاز ہو جا۔ سچوں کی صحبت کے ذریعے جھوٹوں سے بچ جائے گا۔

یہ اوراق بھی ایسی ہی ایک کتھا بیان کرتے ہیں جو غیبت و پروپیگنڈے کے گرد گھومتی ہے اس میں چند سادہ لوح ساتھی ملوث ہوئے۔

*****

موبائل فون

15 اکتوبر 2022ء کی بات ہے میں اپنے خیالوں میں گم بیٹھا ہوا تھا کہ رات ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی بٹن دبایا تو غیر مانوس لب و لہجے کے ساتھ ایک مانوس آواز سنائی دی۔ دوسری طرف میرے عزیز دوست، میرے محسن، میرے بھائی جناب محمد امجد خان صاحب آف ڈھوک شرفاء اٹک بات کررہے تھے۔ ان کی آواز میں ایک درد، رُعب اور جلال تھا۔ اللہ خیر!

"اگر ثابت ہوا کہ تو نے مشائخ سلسلہ کی شان میں کوئی گستاخی کی ہے تو میں تمہیں شوٹ کردوں گا"

یہ تھے خان صاحب اور مخاطب تھا یہ بندہ ناچیز، فوری طور پر تو میں اتنا ہی کہہ سکا کہ "آپ کو اختیار ہے" جب ان کی آواز میں ٹھہراؤ آیا تو وجہ گرانی پوچھ لی، اگلی بات انھی کی زبانی سن لیں۔

23 اکتوبر 2022ء بروز اتوار ڈاکٹر محمد دین صاحب آف پنڈی گھیب کے بیٹے کی شادی ہے اس نے مجھے دعوت دی ہے ساتھ ہی کہا ہے کہ:

"ملک عبدالرؤف اور ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب کو بھی ساتھ لے آنا اور ہاں ماسٹر عبدالرشید کو ساتھ نہ لانا، وہ مشائخ پر تنقید کرتا ہے۔"

اس پر میں نے انھیں پابند کیا ہے کہ جو آپ کہہ رہے ہیں ثابت کرنا ہوگا اگر حقیقت ہوئی تو میں اسے شوٹ کردوں گا۔

میں سردار محمد امجد خان صاحب کے بیان کو پورا سچ سمجھتا ہوں۔ میں اس شخص کی زبان پر یقین کیوں نہ کروں جس پر میرے عظیم شیخ قاسم فیوضاتؒ نے خود اعتماد فرمایا۔

ایک دفعہ یہ شخص حضرتؒ کی معیت میں عمرے سے فارغ ہوا حضرت نے عرب ریاستوں کی طرف جانا تھا۔ جبکہ حضرتؒ کے اہل خانہ نے ساتھیوں کے قافلہ کے ساتھ

واپس پاکستان آنا تھا قافلے میں بڑے بڑے لوگ موجود تھے مگر حضرتؒ کی نظرِ اعتماد صرف محمد امجد خان پر پڑی۔ اہل خانہ کو ان کی ذمہ داری میں ڈالتے ہوئے فرمایا!

''ان کو لینے کیلئے گھر سے آئیں گے۔ اگر نہ آئے تو آپ نے خود انھیں گھر پہنچانا ہوگا۔''

یہ حد ہے اعتماد کی۔

******

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر (القرآن)

مُعَوِّقِیْنَ

اس حلقۂ ذکر میں نہ جاؤ

خان صاحب کی بات سن کر میرا حافظہ متحرک ہوا تو کچھ باتیں دماغ کی سکرین پر ابھرنے لگیں۔ کچھ عرصہ سے سلسلۂ عالیہ کے ساتھی مجھ سے کھچے کھچے سے رہتے تھے۔ پتہ چلا کہ انھیں ڈھوک شرفاء اور پنڈ وال کے حلقۂ ذکر میں جانے سے روکا جا رہا ہے۔ میں نے اس بات پر توجہ نہ دی کیونکہ مضبوط شہادت موجود نہ تھی اس بات کی ٹوہ نہ لگائی کہ اس تخریبی کاروائی کو کون Handle کر رہا ہے یہی قرآنی تعلیمات ہیں:

وَلَا تَجَسَّسُوا۔

ترجمہ :اور ایک دوسرے کا تجسس نہ کیا کرو۔

قرآن حکیم نے ذکر کثیر کی تعلیم دی ہے۔ یہاں غفلت کی گنجائش موجود ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون جیسے سرکش کے پاس تبلیغ کیلئے بھیجا۔ نصیحت وخشیت مطلوب تھی۔ جہاں زبان سے تبلیغ ہو رہی تھی وہاں دل یاد باری میں مصروف تھے کیونکہ حکم تھا :

وَلَا تَنِیَا فِی ذِکْرِیْ

ترجمہ :اور میری یاد (میرے ذکر) میں سستی نہ کیجئے گا۔

(سورہ طٰہٰ ،آیۃ42)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ ہائے ذکر کو جنت کے باغ کا نام دیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا ، قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ ؟

قَالَ: حِلَقُ الذِّکْرِ

(مشکوۃ : ص198)

ترجمہ: حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ''جب تم لوگ جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو اپنا پورا حصہ لے لو۔ پوچھا جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے۔''

بحوالہ: اطمینان قلب ص 136 از حافظ عبدالرزاق مدظلہ بحوالہ احمد و ترمذی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مطلق حلقہ ذکر فرمایا، یار لوگوں کو چھاننی لگا کر تخصیص کا اختیار کس نے دیا۔

ساتھیوں کو مذکورہ حلقہ ہائے ذکر سے روکنے والا یہ مجہول قائل کون ہے؟ ضلعی امیر، متعلقہ صاحب مجاز یا کوئی اور جبکہ جانشین سلسلہ عالیہ جناب حضرت عبدالقدیر صاحب مدظلہ نے تو خود واضح کر دیا کہ ''مجھے نہیں معلوم''

(دیکھیے: ای میل مورخہ 17/10/2022 اگلے صفحے پر)

دستور العمل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے مطابق ''مجازین اپنی ذمہ داری کے حلقہ میں روحانی تربیت کے فرائض سرانجام دیں گے اور انتظامی امور میں ضلعی امراء کے مشیر ہوں گے۔''

(دستور العمل دفعہ نمبر 5 تا 7 (ا) ص نمبر 9)

ساتھیوں کو کسی حلقہ ذکر میں جانے سے روکنا نہ تو روحانی تربیت کا حصہ ہے اور نہ ہی انتظامی امور سے اس کا تعلق ہے جبکہ شریعت نے تو حلقۂ ذکر کو مطلق رکھ کر بات ہی ختم کر دی ہے۔ پھر پنڈ وال کے حلقۂ ذکر میں امیر تو ملک عبدالرؤف صاحب ہیں نہ کہ میں۔ ان کی عدم موجودگی میں کوئی اور ساتھی ذکر کراتا ہے۔

******



Al Sheikh 6 days ago

to me

Wa Alaikum Slam

Mujhy nahein maloom , next week main budh ya jumrat ko ap ya master sb mila chahein to tashreef lain!
Agar khan sb tashreef lain to zyada khushi ho gi
Allah Kreem ham sab ko istiqamat atta Frmain

JzakAllah

Ameer Abdul Qadeer Awan
Sheikh
Silsila Naqsh Bandiah Owaisia
Darulirfan Munara,Chakwal,Pakistan
Office , +92 543 562200 Office,darulirfanoffice1@gmail.com

On Oct 17, 2022, at 11:08 PM, A

******

اٹک میں حلقۂ ہائے ذکر کی توڑ پھوڑ

ضلع اٹک میں سلسلہ عالیہ کے حلقۂ ہائے ذکر کی توڑ پھوڑ کوئی نئی بات نہیں ہے میری آنکھوں کے سامنے پرانے اور فعال حلقۂ ہائے ذکر ختم ہوتے رہے ہیں۔

ڈھوک شرفاء اٹک میں الاخوان اور سلسلہ عالیہ کا ضلعی مرکز پرانی یادگار تھا یار لوگوں نے ختم کر دیا۔ اس مرکز کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ یہاں اکابرین سلسلہ کے نقوش پا کی چمک آج بھی دکھائی دیتی ہے۔ خود حضرت قاسم فیوضاتؒ بیسیوں دفعہ یہاں تشریف لائے الاخوان کے پلیٹ فارم پر حضرتؒ کے بیانات ہوئے۔ نفاذ اسلام کا پیغام سنا اور سنایا گیا۔ یہ خلوص تھا محمد امجد خان کا جوان محافل کے تن تنہا میزبان ہوا کرتے تھے۔ یہ شخص انفاق فی سبیل اللہ میں دل کھول کر خرچ کرتا تھا۔ واللہ: اپنے شیخ کی خدمت کر کے کتنا خوش ہوتا تھا۔ اس پر حضرت قاسم الفیوضاتؒ کی توجہ و عنایت آج بھی امر ہے۔ حضرتؒ کے جانشین فرماتے ہیں:

"آپ کا اور میرا جو تعلق ہے اس میں کوئی اور آ ہی نہیں سکتا"

(ارشاد 28 اکتوبر 2022ء)

یہ الگ بات ہے کہ یار لوگ بات کو سمجھ ہی نہ سکے۔

ایک یادگار پروگرام

اس دور کا ایک یادگار پروگرام میرے سامنے ہے۔ خان صاحب کے ہاں حضرت قاسم فیوضیاتؒ کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ دعوت عام تھی اور ضیافت کا اہتمام بھی خوب تھا یہ ضیافت:

فلْيُكرِمْ ضَيفَهُ جائِزَتَه، يَومٌ وليلةٌ،

اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے، اس کی پر تکلف دعوت ایک دن

اور ایک رات سے

(مشکوۃ ص368)

کا اجمالی نمونہ تھی۔ یار لوگوں نے یہاں بھی لطیفہ بنایا۔ کسی نے میزبان کو menu مینو جاری کر دیا تو کسی نے میزبان سے اجازت لی اور نہ ہی حضرتؒ کے دستر خواں پر تشریف لانے کا انتظار کیا۔ یہ بزرگ پرانے ساتھی خود ہی آئس کریم کے ڈبے کھول کھول کر کھائے جا رہے ہیں کھائے جا رہے ہیں۔ واہ رے آداب!

پروگرام کے بعد خان صاحب کو راولپنڈی سے ایک خط آیا جس میں ضیافت مذکورہ کے سلسلہ میں ایک پر تکلف مینیو Luxurous Meu کا ذکر ہے۔ اس فہرست میں پرندوں کے گوشت کا ذکر بطور خاص ملتا ہے وہ بھی جولائی اگست میں! پروگرام کے بعد اس مینیو کا کیا مطلب! گویا یہ مافات کی فہرست تھی جو جناب حافظ غلام قادری صاحب نے پورے تحکم کے ساتھ ارسال کی تھی۔

کیا اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِی کا یہی تقاضا ہے۔ یہ انداز کسی مجاز صحبت کے شایان شان تو نہیں۔ اگر کچھ ضروری تھا بھی تو الاخوان اور سلسلہ عالیہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے آپ کا فرض تھا پروگرام سے پہلے تشریف لاتے اپنی نگرانی میں پروگرام کے انتظامات مکمل کرواتے۔ بعد از پروگرام چٹھی جاری کرنا چہ معنی دارد؟ اس پر میزبان کا ردعمل تو آنا تھا۔ جو یار لوگوں کو ناگوار گزرا۔ بالآخر یہ مرکز ختم ہوا۔

2۔ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج اٹک کی مسجد میں ہفتہ وار حلقۂ ذکر موجود تھا میں نے اس مرکز کی بہار بھی دیکھی ہے افسوس کہ یہ مرکز بھی ختم ہو گیا۔

3۔ اشرفیہ مسجد محلہ پریم نگر اٹک شہر میں بہت پرانا ہفتہ وار حلقۂ ذکر تھا۔ اس کو بھی بند کر دیا گیا۔

یہ تمام حلقہ ہائے ذکر کسی مقامی رکاوٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ انتظامیہ نے خود ہی بند

کرائے ہیں۔ جبکہ تحدیث نعمت کے طور پر تحریر ہے کہ ڈھوک شرفاء اور پنڈ وال والے دونوں حلقہ ہائے ذکر آباد ہیں اور انشااللہ آباد رہیں گے۔

والحمد اللہ علی ذالک

چور پکڑا گیا

صفحہ نمبر 10 پر یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ ساتھیوں کو مذکورہ حلقہ ہائے ذکر سے روکنے والا کون ہے؟ خان صاحب کے فون سے مسئلہ حل ہو گیا۔ وہ ایک سکہ راوی ہیں جن کے ذریعے ڈاکٹر محمد دین صاحب کی حرکات سامنے آگئیں۔ اب تو قیل کا قائل مجہول نہیں معروف ہے یعنی ڈاکٹر محمد دین آف پنڈی گھیب۔

ڈاکٹر صاحب کی کیا بات ہے، ملک خدا بخش صاحب آف منارہ حضرت قاسم فیوضاتؒ کے برادر نسبتی تھے ان کا جواں سال بیٹا شہید ہو گیا یہ نوجوان پاکستان آرمی میں میجر کے عہدے پر تعینات تھا کہ 2005ء کے زلزلہ میں دنیا چھوڑ گیا۔ میں اور محمد امجد خان پنڈی گھیب سے ڈاکٹر محمد دین صاحب کو لیکر فاتحہ خوانی کیلئے منارہ ملک صاحب کی رہائش گاہ پر گئے۔ بعد از فاتحہ خوانی ڈاکٹر صاحب بولے

”ملک جی تساڈی صحت تاں ہونٹر اچھی اے“

اس پر ملک خدبخش صاحب نے جواب دیا

”ہاں! ھکا بیٹا آیّا شہیدھو گیا اس تو بعد تا ں صحت چنگی ھی ھوسی“

ڈاکٹر صاحب کی گفتگو میں موجود بصیرت وبصارت ان کی ذہنی حالت کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ ڈنگر ڈاکٹر بے چارہ کسی کا آلہ کار بن گیا۔ ورنہ ٹیلیفون پر ایسی گفتگو کون کرتا ہے؟ یہ گفتگو ولیمے کی دعوت سے شروع ہوئی بیچارے کو آداب ولیمہ کا پتہ ہوتا تو احتیاط کرتا۔ لہذا آگے بڑھنے سے پہلے دعوت کے آداب پر بات کر لیتے ہیں۔

دعوت کے آداب

۱۔ بلا اجازت ضیافت اڑانا درست نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَ عَلٰی غَیْرِ دَعْوَۃٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِیْرًا

(بحوالہ مشکوۃ ص 178)

ترجمہ : جو شخص کھانے کی مجلس میں آیا بن بلائے تو چور ہو کر داخل ہوا اور لُوٹ کر نکلا۔

کوئی صاحب عقل اس حدیث مبارکہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ ڈاکٹر بے چارے نے تو ویسے ہی منع کرنے کی تکلیف کی ہے۔ خود اس کا منع کرنا بھی صحابہ کرامؓ کی سنت کیخلاف ہے۔

۲۔ انصار میں سے ایک شخص جن کی کنیت ابوشعیبؓ تھی انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمیت 5 آدمیوں کی دعوت کی غلام نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوۃ دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی چل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یَا أَبَا شُعَیْبٍ، إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ،

(مشکوٰۃ :278)

ترجمہ : اے ابوشعیب یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر چاہے تو اس کو اذن دے اگر چاہے تو واپس کر دے۔

ابوشعیب فیوضات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین تھا۔ عرض کرتا ہے۔

قَالَ : لَا، بَلْ أَذِنْتُ لَهُ.

"میں نے اس کو بھی اجازت دی"

اگر وہ صرف أَذِنۡتُ لَہٗ کہہ دیتے تو بات مکمل تھی۔ مگر شروع میں لَا، بَلۡ کے تاکیدی واستجابی کلمات ان اخلاقی بلندیوں کا پتہ دیتے ہیں جو فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اخلاقیات کا نمونہ ہیں۔

مرشد فیضان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین ہوتا ہے۔ جس سے ہم نے فیض کی صورت میں دین حاصل کرنا ہوتا ہے۔ حضرت قاسم فیوضاتؒ نے فرمایا "فیض سے مراد دین ہے"

(المرشد ستمبر 2022 ص18)

آپ کی شخصیت میں دین کے عملی شواہد موجود نہ ہوں تو مرشد سے حصولِ فیض کی بات محض دعویٰ ہے اور دعویٰ بدونِ ثبوت باطل ہوگا۔ فَھَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القرآن)

میرا جرم کیا ہے؟

ساتھیوں کا حلقۂ ذکر میں نہ آنا، ملاقات سے پہلو تہی کرنا اور مختلف چہ میگوئیوں کو اپنے طرزِ عمل کا حصہ بنانا، محض غلط فہمی و بدگمانی ہے۔ جو اس منفی طرزِ عمل کا سبب بنی۔ ہر علت کا ایک معلول ہوتا ہے جو اپنی علت کے تابع رہتا ہے۔ علت منفی و ظنی ہو تو معلول کا مثبت ہونا ممکن نہیں۔ یہاں بھی یہی سوئے ظن کام کر گیا۔

یار لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ عام ساتھیوں پر کیا گلہ وہ بے چارے تو عَلیٰ دِینِ مُلوکِہِم کے مصداق ہیں۔ دراصل کسی ناعاقبت اندیش مگر بااثر شخص نے ایک غیر مصدقہ اور غیر تحریری فردِ جرم ترتیب دی۔

فردِ جرم

1۔ جن ساتھیوں نے موجودہ جانشین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ان کا سلسلہ عالیہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اسلئے عبدالرشید کا سلسلہ عالیہ سے کوئی تعلق

نہیں۔

2۔ماسٹرعبدالرشید مشائخ پر تنقید کرتا ہے اوران کی تحریروں میں غلطیاں نکالتا ہے۔

3۔وہ مشائخ کی شان میں بے ادبی کرتا ہے۔

مبینہ الزامات کی حیثیت پر بات کرنے سے پہلے اس فرد جرم کی دستوری و اخلاقی اورشرعی حقیقت کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

دستوری حیثیت

''حضرت قاسم فیوضاتؒ نے فرمایا تصوف کا کام جس قدر نازک اورحساس ہے اسی قدراس میں احتیاط،ادب اورطریق کار کی ضرورت ہے''

(ابتدائیہ دستورالعمل سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ)

چنانچہ دستورالعمل وہ بنیادی دستاویز ہے جس میں نظم وضبط، جملہ انتظام و انصرام اور ازالہ شکایات کا ایک خاص طریقہ کار موجود ہے۔ایسا تونہیں کہ کوئی ازخود کسی کے خلاف الزامات لگائے،خود ہی فیصلہ کرکے اطلاق بھی کردے۔نہیں نہیں ایسا ہرگزنہیں۔

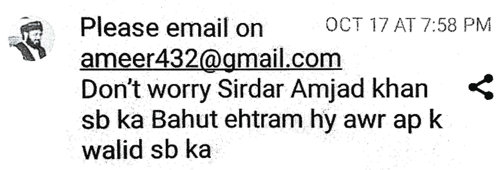
''ایہی کوئی ماسی ویہڑاایہہ''

اگر یارلوگوں کو مجھ سے یا دیگر احباب سے کوئی شکایت تھی بھی تو ازالۂ شکایات کے لئے دستورکی دفعہ 10 کے مطابق عمل کرتے۔لہذا موجودہ طوفانِ بدتمیزی دستورالعمل کے سراسرخلاف ہے۔

موجودہ شیخ سلسلہ عالیہ سے جب سوال کیا گیا کہ ''آپ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی تو کیا ہمیں سلسلہ سے نکال دیا جائے گا؟'' حضرت عبدالقدیر اعوان صاحب کا جواب تھا۔

''Dont Worry'' سردارمحمد امجد خان صاحب کو بہت احترام ہے اورآپ کے والدصاحب کا''

یہ سوال و جواب میرے بیٹے محمد اسامہ رشید خان کیساتھ مورخہ 17 اکتوبر 2022ء کو ای میل کے ذریعے ہوئے۔


Please email on
OCT 17 AT 7:58 PM
ameer432@gmail.com
Don't worry Sirdar Amjad khan sb ka Bahut ehtram hy awr ap k walid sb ka

*****

اخلاقی حیثیت

کتابِ اخلاقیات کی کوئی شق شخصی تذلیل کی اجازت نہیں دیتی۔ اسلام میں اخلاقی تعلیمات پر خاص زور دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الأَخْلَاقِ

میں حسنِ خلق کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

یہ حسن خلق کیا ہے؟ السید الشریف الجرجانی الحنفیؒ اپنی کتاب التعریفات کے صفحہ نمبر 73 پر الخلق کے تحت لکھتے ہیں:

فَإِنْ كَانَتِ الْهَيْئَةُ بِحَيْثُ تَصْدُرُ عَنْهَا الْأَفْعَالُ الْجَمِيلَةُ الْمَحْمُودَةُ عَقْلًا وَشَرْعًا سُمِّيَتْ تِلْكَ الْهَيْئَةُ خُلُقًا حَسَنًا

ترجمہ : اگر ماہیت نفس ایسی ہو کہ بلا تکلف ایسے اعمال کا ارتکاب ہو جو عقل اور شرع کیمطابق ہوں تو اسے خُلق حسنہ کہیں گے۔

عقل سلیم کسی کی تذلیل کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی شریعتِ مطاہرہ۔ پس ایسا کوئی بھی فعل غیر اخلاقی کہلائے گا چاہے فاعل کسے باشد۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے حسن خلق کی تعریف میں ارشاد فرمایا۔

ھو طلاق الوجہ، وبذل المعروف وکف الاذی
خندہ پیشانی، نیکی میں پوری کوشش اور کسی کو تکلیف نہ دینا حسن اخلاق ہے۔

(ریاض الصالحین ص246)

یارلوگوں کی کارروائی حسن اخلاق کی کون سی تعریف پر پوری اترتی ہے؟ یک طرفہ الزامات لگا کر خود ہی فیصلہ سنا دیا اور پھر ساتھیوں میں پھیلا کر عمل درآمد کی ایکصورت پیدا کردی۔ جو نفرت کا عنوان بن گئی۔ یہ تو اتفاق ہے کہ ڈاکٹر محمد دین نے سامنے آ کر مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کردیا ورنہ ''نامعلوم'' کے پیچھے کون دوڑتا۔

شرعی حیثیت

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو معاشرتی زندگی کی تمام اکائیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی مزاج متفاوت ہے۔ یہ تفاوت شریعت مطہرہ کے اندر رہ کر انفرادیت کو برقرار رکھے تو رحمت ہے ورنہ زحمت۔ یہاں خرافات کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی اپنی ذات کو منوانے کیلئے تنظیمی اقدار اور اسلامی لبادہ کو استعمال کرتا ہے تو یہ خسران الدنیا والآخرۃ ہے۔ اور اگر کوئی انسان پرستی کا شکار ہو کر مستند ہے میرا فرمایا ہوا کے مطابق نہ تو قرآن وسنت کی تعلیمات کو دیکھتا ہے اور نہ ہی اکابرین کے طرز فکر وعمل کی پیروی کرتا ہے تو اس کا حاصل بھی محض تاریکی ہے۔ اسلام تو الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا درس دیتا ہے۔ یہاں رفیق اور رقیب ہر دو کے ساتھ برتاؤ کا ایک خاص طریقہ کار موجود ہے۔

قرآن وسنت میں ان روحانی بیماریوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور ان سے بچنے کی تاکید ہے جو اس طریقۂ کار میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔

چند روحانی بیماریاں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ـ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ـ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ـ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ـ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ـ

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور (ایک دوسرے کا) تجسس نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، تو اس سے تم نفرت کرو گے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ توبہ قبول فرمانے والے مہربان ہیں۔

(سورۃ الحجرات 12:)

یہاں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسروں کے باہمی تعلقات کو کمزور کرتی ہیں۔ اور اس اخوت کو زخمی کرتی ہیں جس کی بنیاد ایمان ہے۔

الظن

یہ لفظ اضداد میں سے ہے مثبت اور منفی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے یہاں سوئے ظن سے روکا جا رہا ہے بلکہ اسے گناہ قرار دیا گیا ہے۔ کیوں کہ اسکی بنیاد شک پر رکھی جاتی ہے جبکہ شک علم و عمل کیلئے زہرِ قاتل ہے۔ پس سوئے ظن سے بچنا لازم ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے۔

اللہ سبحانہ امر بالاجتناب عن کثیر من الظن احتیاط و

مبالغہ فی اجتناب الاثم فیجتنب عما ہو اثم و عما ھو یشبہ

ترجمہ :اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گناہوں سے بچنے کے لئے احتیاط و مبالغہ کے ساتھ بہت سے گمانوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ پس بچیں گناہ ہو یا اس کی مشابہت۔

بدگمانی جب عادت بن جاتی ہے تو بندہ خود کو بھول کر دوسروں کے اعمال کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے جسے تجسس کہتے ہیں اسی لئے فرمایا وَلَا تَجَسَّسُوْا

******

تجسس کیا ہے؟

تفحص الاخبار باعتبار ما فیہ من معنی الطلب۔

(تفسیر مظہری)

کسی خبر میں اپنے مطلب کے معانی تلاش کرنے کے لئے کھود کرید کرنا تجسس کہلاتا ہے جبکہ یہی تو عیب جوئی ہے۔ جو آگے بڑھ کر غیبت کو رواج دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَجَسَّسُوا۔

بدگمانی سے بچو بیشک بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور تجسس نہ کرو۔

(ریاض الصالحین ص510)

جب کسی معاشرے میں بدگمانی اور تجسس جڑ کر جاتے ہیں تو وہاں غیبت جنم لیتی ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا : وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا

غیبت کیا ہے؟

کسی کی پیٹھ پیچھے اسکی برائی بیان کرنا غیبت ہے۔ چنانچہ مظہری نے معنی کیے ہیں۔

"لایذکر بعض کم بعضاً بالسوء فی غیبة"

ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں برائی کیساتھ اسکا ذکر نہ کرو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيلَ :أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔

(مشکوۃ ص 412، ریاض الصالحین ص 490)

ترجمہ :ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے۔ فرمایا تو اپنے بھائی کا ذکر اس انداز سے کرے جو اسے ناپسند ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اگر ہمارے بھائی میں ایسی بات ہو جو ہم کہتے ہیں تو؟ فرمایا اگر اس میں وہ خصلت ہو جس کا تم ذکر کرتے ہو (اس کی عدم موجودگی میں) تو اس کو غیبت کہتے ہیں اور اگر اس میں نہیں ہے تو تم اس پر بہتان لگاتے ہو''

یہ ہے بدون ثبوت الزامات کی شرعی حیثیت دوطرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو غیر مصدقہ خبر ترتیب دیتے ہیں اور دوسرے وہ جو ہر سنی سنائی بات کو پھیلاتے ہیں پہلی جماعت پر تو قرآن وسنت کی روشنی میں بات ہو چکی اب رہے دوسرے لوگ تو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا، أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ".
کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بیان کرتا پھیرے۔

(ریاض الصالحین ص503)

اس گناہ بے لذت کا انجام بھی زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیں:

وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ
اور تحقیق جھوٹگناہ کی طرف لیے جاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے۔ العیاذ اًباللہ

حقیقت کیا ہے؟

کسی بھی مقدمے کا بار ثبوت مدعی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ کہ محمد امجد خان صاحب نے ڈاکٹر محمد دین سے عرض کی تھی کہ "جو کہہ رہے ہو اسے ثابت بھی کرو" وہ بیچارے جھوٹ کو سچ کیسے ثابت کرتے ساری زندگی آنکھیں بند کر کے گزاری۔ زمین اور زمینی حقائق سے ان کا تعلق کم ہی رہا جبکہ تکلیف شرعی چیز دگراست۔ حقیقت کا ادراک کرنا ہے تو ہمیں تین عنوانات پر توجہ دینا ہوگی۔

1۔ بیعت　　2۔ تنقید　　3۔ گستاخی و بے ادبی

بیعت Oath on Allegiance

یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ہے ب ی ع، باع، بیعٌ، بیعاً کسی چیز کو فروخت کر دینا یا خرید لینا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔ نیز بیعٌ کے معنی باہمی معاہدہ کے بھی ہوتے ہیں۔ شریعہ اسلامیہ میں ایک بندے کا مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو قبول کرتے ہوئے Surrender کر دینا بیعت کہلاتی ہے۔ "یہ بیعت

جب صحیح شخص کے ہاتھ پر پورے آداب وشرائط کے ساتھ کی جاتی ہے تو سلسلہ بسلسلہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔اور خدا پر جا کر منتہی ہوتی ہے۔''

(سر دلبراں ص نمبر 119)

مجدد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خانؒ سے بڑھ کر صحیح شخص کون ہوسکتا ہے۔؟ خوش نصیب ہیں وہ نفوس جنھیں ان کے دست اقدس پر بیعت کرنا نصیب ہوا۔اور استقامت کے امین ہیں وہ جنہیں قاسم فیوضات حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوانؒ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر تجدید بیعت کا شرف حاصل ہوا۔موجودہ جانشین جناب عبدالقدیر اعوان صاحب اسی فیض کولیکر آگے بڑھ رہے ہیں۔

یاد رہے بیعت کی کئی اقسام ہیں۔حضرت شاہ محمد ذوقیؒ نے اپنی کتاب سر دلبراں میں بیعت کی آٹھ اقسام کا ذکر کیا ہے۔جبکہ مرتب دلائل السلوک حضرت حافظ عبدالرزاق صاحبؒ نے حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے رسالہ ''بیعت'' کے حوالے سے بیعت کی چار اقسام، بیعت وسیلت، بیعتِ شرعیہ، بیعتِ طریقت اور بیعتِ حقیقت کا ذکر فرمایا ہے۔ سیر دلبراں کے مصنفؒ نے اسی کو بیعت تقویٰ کا نام دیا ہے۔جو آگے چل کر بیعت تصوف کے نام سے مشہور ہوئی۔''بیعت تقویٰ انقطاع عن ماسوا اللہ کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعت تصوف کے نام سے مشہور ہوئی۔''

(سیر دلبراں ص 121)

بیعت کی شرعی حیثیت

حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بعض لوگوں کے نزدیک بیعت واجب ہے مگر گروہِ کثیر کے نزدیک بیعت سنت ہے۔''

(سر دلبراں ص:120)

تاہم ''عقائد اہل سنت والجماعت مدلل'' کے صفحہ نمبر 217 کے حاشیہ پر موجود عربی عبارت از "اَلْمُہَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّد" کے مطابق بیعت مستحب ہے۔

حصول برکات کا تعلق بیعت سے نہیں ذکر سے ہے

حضرت قاسم فیوضاتؒ سے بیعت، طریق ذکر اور دخول سلسلہ عالیہ کے حوالہ سے سوال کیا گیا تھا۔ متعلقہ سوال و جواب کو تعلیم عامہ کے لیے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: سلسلے میں داخل ہونے کے لیے ظاہری بیعت ضروری ہے یا اس طریقے سے ذکر کرنے سے آدمی سلسلے میں داخل ہو جاتا ہے؟

جواب: ہم نے ظاہری بیعت کی شرط نہیں رکھی ہوئی۔ جو بھی اس طریقے سے ذکر کرتا ہے سلسلے میں داخل ہے اور ساری برکات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ہر کسی کا اپنا فیصلہ ہے۔ جو نہیں بھی کرتا ہم نے کبھی فرق نہیں رکھا کہ ظاہری بیعت کی ہے یا نہیں کی۔''

(محافل شیخ: ص 64)

کیا بیعت بجائے خود مقصد ہے؟

نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ لوگوں کی اکثریت نے اسے بجائے خود مقصد سمجھ رکھا ہے۔ بس ایک دفعہ کسی کے ہاتھوں میں ہاتھ کیا دیا اسے اعلانیہ یا غیر اعلانیہ اپنے جملہ معاملات میں حاجت روا اور مشکل کشا بنا دیا۔ دنیا و مافیہا تو رہی ایک طرف مابعد کا ٹھیکہ بھی اسی کو دے دیا۔ العیاذ باللہ۔

یہ ایک سوچ ہے جس کا نہ تو بیعت کے عنوان سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی تصوف سے کوئی جوڑ۔ حضرت قلزم فیوضاتؒ تصوف کیا نہیں ہے؟ کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:

> ''تصوف کے لئے کشف و کرامات شرط ہے۔ نہ دنیا کے معاملات میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ کہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف

ہے۔ نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ قبروں پہ سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے۔ اور نہ ہی آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی۔ اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عینِ تصوف سمجھی جاتی ہیں حالاں کہ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات تصوف اسلامی کی عین ضد ہیں''

(دلائل السلوک ص ۱۷)

بیعت حصول رضاء الٰہی کا ذریعہ ہے۔ حضرتؒ پھر فرماتے ہیں :

''بیعت بجائے خود مقصد نہیں بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے تا کہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔''

(دلائل السلوک ص ٦٨)

حضرت جیؒ کے ان ارشادات کو بطور آئینہ اپنے سامنے رکھ کر اپنا اپنا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ رہی بات تجدید بیعت کی تو یہ ایک الگ عنوان ہے۔ اس کی اپنی حدود و قیود اور شرائط ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سیر دلبراں ص ۱۳۵، ۱۳۴۔

اوپر حضرت نے جس ترقی کی بات کی ہے ان منازل و مقامات کو طے کرنے کیلئے چند شرائط بھی ارشاد فرمائیں۔ جن کی تفصیل دلائل السلوک صفحہ نمبر ۸۱، ۸۲ پر موجود ہے۔

یہ عاجز شرط نمبر ۲ اور ۳ کیمطابق حصول فیض کیلئے روحانی طور پر اپنے عظیم شیخ حضرت قاسم فیوضاتؒ کے قدموں میں رہنا چاہتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ:

"ہمارا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے یعنی ہمارے ہاں سالکین کی تربیت کا وہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو اکابر نقشبند کے ہاں مروج و مجرب ہے۔ "اس کیساتھ ہماری نسبت اویسی ہے؟ اس لئے روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض کے ہم صرف قائل نہیں بلکہ عملاً اس پر کاربند ہیں۔"

(تصوف اور تعمیر سیرت ص ۱۴۹)

تنقید

تنقید کا لفظ نقد سے ہے جس میں مثبت و منفی دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ لغت میں اس لفظ کے معنی ہیں "کلام کے عیوب و محاسن کو ظاہر کرنا"

صرف عیوب کو ظاہر کرنے کیلئے تنقیص کا لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ ثبوت و دلائل کی بنیاد پر کسی چیز کے خلاف بیان کرنا تنقیض کہلاتا ہے۔

تنقید کیلئے متعلقہ مضمون میں ناقد کا صاحب کلام پر علمی تفوق کا ہونا ضروری ہے۔ اس بنیادی شرط کے بغیر اس میدان میں زبان و قلم کا استعمال نہ صرف جہالت و جہود بلکہ ظلم ہے۔ میرے عظیم شیخ رحمہ اللہ علیہ کی تحریر و تقریر کا تو ایک زمانہ معترف ہے قرآن کی تفسیر ہو یا حدیث کی شرح، تصوف و سلوک کی گہرائی و گیرائی پر بات ہو یا معاشرتی مسائل کے حل اور اسلامی معیشت پر بحث، آپؒ نے ہر میدان میں گوہر افشانی فرمائی ہے۔ نادان دوستوں کی کم عقلی تو دیکھیں:

"ماسٹر عبدالرشید حضرت کی تحریروں میں غلطیاں نکالتا ہے"

الحفیظ والامان۔

یار بات کرنے سے پہلے ماسٹر کی حیثیت تو دیکھ لیتے ، وہ بیچارہ تو انکے سامنے، کیا پدی کیا پدی کا شوربا، والی بات ہے اور بس۔

ہاں میں اللہ کے فضل وکرم سے کسی بھی تحریر کا روایتی قاری نہیں ہوں۔ خصوصاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کی مہر سے شائع ہونے والی کتب کا مطالعہ کرتے وقت تحریر کے ہر ہر لفظ میں ڈوب کر گوہر مراد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جہاں کتابت کی غلطی نظر آئے یا بات میری ناقص سمجھ میں نہ آئے تو اہل ذکر سے سوال کر لیتا ہوں۔

" فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ " کا یہی تقاضا ہے۔

سوال کرنا تنقید نہیں ہوتا

راقم الحروف نے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا:

۱۔اکرم التراجم ۲۔شرح دلائل السلوک ۳۔اساس السلوک

دوران مطالعہ کچھ مشکلات پیش آئیں۔کہیں کتابت کی غلطی نے پریشان کیا، کہیں سہو وحذفِ عبارت رکاوٹ بنی اور کہیں اپنی ناقص عقلی نے بات کو سمجھنے میں رکاوٹ ڈالی۔ اس صورت میں ادارے سے رابطہ کرنا لازمی تھا سو کیا گیا۔

اول الذکر کے بارے میں حضرت قاسم فیوضاتؒ کے جانشین جناب عبدالقدیر اعوان مدظلہٗ سے بذریعہ ای میل بات ہوئی۔ حضرت نے بات سنی، اور کمال مہربانی سے جواب دیا "جزاک اللہ"۔ یہ تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے جو ریکارڈ پر موجود ہے۔

ثانی الذکر کا مطالعہ کیا تو اپنے اشکالات بعنوان "شرح دلائل السلوک چند اشکالات" یکم ستمبر 2022ء کو ادارے کے ایڈریس پر email کی۔ جو یوسف یعقوب نامی کسی شخص نے وصول کی۔ انھوں نے اپنا تعارف اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ کے طور پر کرایا تھا۔اس شریف آدمی نے میری معروضات کسی ذمہ دار

آدمی تک پہنچائیں اور نہ ہی حضرت عبدالقدیر صاحب کے نوٹس میں لایا۔[1]

خود ہی 5 ستمبر 2022ء کو ایک کتاب کے مصنف پر ناقص سا جواب دے دیا جو غلط تھا۔ اور حضرت قلزم فیوضاتؒ کی تحقیقات کے خلاف تھا۔ نتیجتاً بندہ نے مورخہ 8 ستمبر 2022ء کو email کے ذریعے تصحیح کر دی۔ ناشر کتاب تک تو میری معروضات نہ پہنچائی گئیں مگر فیلڈ میں پروپیگنڈہ کی صورت میں ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا گیا۔[2]

تیسری کتاب جس پر بندہ نے قلم اٹھایا وہ جناب مولانا محمود خالد صاحب کی تصنیف ہے۔ شاید وہ صاحب مجاز بھی ہیں۔ یہ کتاب بھی ادارہ نقشبندیہ اویسیہ منارہ کی طرف سے شائع ہوئی اساس السلوک پر ایک نظر کے عنوان سے اپنی معروضات قلمبند کر کے اکابرین کو بذریعہ ڈاک اور خود فاضل مصنف کو بذریعہ قاصد[3] پیش کی گئیں۔ یہ 16 اگست 2017 کی بات ہے تا حال جواب موصول نہ ہوا۔ یہ تمام تحریریں یہاں Ready Reference کے طور پر شامل اشاعت کر دی گئی ہیں۔

گستاخی و بے ادبی

الحمد للہ مجھے اپنے شیوخ اور حضرت قاسم فیوضاتؒ کے بیٹے جانشین شیخ حضرت عبدالقدیر سے بحوالہ آنجنابؒ یک گنا محبت ہے اور محبت کے اپنے قرینے ہوتے ہیں۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شیوخ کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا ارتکاب تو دور کی بات ہے میرا مسلک تو دل میں بھی ایسا خیال لانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی ادب کے معنی و مفہوم کو نہیں جانتا اور نہ ہی تصوف میں اس کی اہمیت و مقام سے واقف ہے تو اس پر کیا گلہ۔ ادب کے

---

[1] اس بارے جب عبدالقدیر اعوان صاحب سے پوچھا گیا تو فرمایا: ''مجھے معلوم نہیں۔''

[2] یار لوگ اِشکالات اور اَشکالات کا فرق نہ جان سکے تو میرا کیا قصور!

[3] پنڈوال سے پرانے ساتھی جناب لیاقت علی خان صاحب کے ذریعے یہ کتابچہ فاضل مصنف کو by hand دیا گیا۔

ضابطے خود سے نہیں بنائے جاتے یہاں تو سانس بھی آہستہ لیا جاتا ہے۔

ادب کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے الادب اس اخلاقی ملکہ کو کہتے ہیں جو ناشائستہ باتوں سے روکتا ہو۔زیرکی وخوش طبعی بھی الادب ہی کے زیر لغت آتے ہیں۔حقیقت میں ادب دل کا فعل ہے۔جو اعضاء و جوارح سے ظاہر ہوتا ہے۔اگر دل میں ادب موجود نہ ہو تو اعضاء و جوارح اس کے حقیقی اظہار سے محروم رہتے ہیں۔یاد رکھیں رسمی اظہار و دکھاوا اور چیز ہے جو محض دعویٰ ادب ہے ادب نہیں۔رہی بات تصوف کی تو تصوف بدون ادب ممکن ہی نہیں۔حضرت جیؒ فرماتے ہیں :

"تصوف وسلوک از ابتداء تا انتہا ادب ہی ادب ہے"

آپ نے عوارف المعارف کے حوالے سے تحریر فرمایا:

التصوف کلہٗ ادب و لکل وقت ادب و لکل حال ادب و لکل مقام ادب ومن یلزم الادب یبلغ بلغ الرجال و من حدم الادب فھو بعید من اللہ و مردود

"تصوف سارے کا سارا ادب ہے ہر وقت کیلئے ادب ہر حال اور مقام کے لئے ادب ہے۔جس نے ادب کو لازم پکڑا وہ مردان خدا کے درجے پر پہنچا اور جو ادب سے محروم ہوا وہ خدا سے دور ہوا اور مردود ہوا"

(دلائل السلوک ص ۲۵۵ اشاعت ہفتم)

ادب کی حدود

شریعت مطہرہ نے ادب کی حدود قیود متعین فرما دی ہیں۔مخلوق کا ادب اور ہے خالق کا ادب اور۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ

ترجمہ : خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری نہیں ہے۔

(مشکوۃ:321)

اگر کوئی ادب کے نام پر مخلوق کو ان صفات کا حامل شمار کرتا ہے جو خاصہ خداوندی ہیں تو یہ ادب نہیں شرک فی الصفات باری تعالیٰ ہے۔ چاہے کسے باشد۔شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی۔حضرت قاسم فیوضاتؒ نے ایک دفعہ فرمایا تھا

''میں یا میرا کوئی صاحب مجاز یا امیر خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اس پر عمل مت کریں''

(روایت معنوی)

لاریب میرے عظیم شیخ کو اس معاملے میں وہ حفاظت الٰہیہ میسر تھی جو خاصہ ولایت ہے۔اس کے باوجود آپؒ نے مریدین کی تعلیم کے لئے تنبیہً ارشاد فرمایا تھا۔

احتیاط اور احتیاط ذرا
بجھ نہ جائے یہ آگاہی کا چراغ

******

سوال : عملی زندگی میں کن کاموں میں شیخ سے مشابہت کرنی چاہیے؟

جواب: میرے بھائی شیخ سے مشابہت نہیں ۔ اتباع سنت ضروری ہے۔اور شیخ کو بھی اللہ توفیق دے تو وہ بھی اتباع سنت کی کوشش کرتا ہے اور مریدین کو بھی چاہیے کہ وہ اتباع سنت کی کوشش کریں اور متقدمین کی مشابہت اختیار کریں۔

(امیر محمد اکرم اعوانؒ، المرشد نومبر 2017 ص36)

******

اتباعِ مسلکِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ

راقم الحروف نے ۷۸–۱۹۷۷ء میں حضرت قلزم فیوضاتؒ کے دستِ اقدس پر بیعت تصوف کی اور آپؒ کے زیر تربیت رہا۔ حضرت جیؒ کی وفات ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب مزید سفر کے لئے رہنما کی ضرورت پڑی تو قاسم فیوضاتؒ سے تجدید بیعت کی جو الحمدللہ آج تک قائم ہے۔ نہ سلسلہ عالیہ کو چھوڑا اور نہ ہی اس بیعت کو توڑا۔ نیز یہ کہ حضرت شیخ المکرمؒ کے جانشین جناب عبدالقدیر اعوان زید مجدہ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا موجودہ شیخ تسلیم کرتا ہوں۔ وہ میرے شیخ کے لخت جگر ہیں اور مجھے بہت عزیز ہیں خود وہ بھی شفقت و مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے میں حضرت جیؒ کی تعلیمات کا پابند ہوں یعنی :

> ''میں مسلک کے لحاظ سے دیوبندی ہوں۔ شرک و بدعت کا دشمن ہوں۔ انسان پرستی اور قبر پرستی کا دشمن ہوں۔ نذر و نیاز کھانا، مقررہ اوقات پر عرس کرنا، غیروں کے مال پر نظر رکھنا میرے مسلک کے خلاف ہے۔ میرا مسلک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سامنے سلف صالحین کی اختیار کردہ صراط مستقیم اور بس۔ امور کشفیہ کا اعتبار ہوگا جب کتاب و سنت سے متصادم نہ ہو ورنہ القائے شیطانی ہوگا۔''

(المرشد فروری ۱۹۹۰ء حضرت جی نمبر ص ۴۵)

میں فیض کا قائل ہوں۔ مگر اس سے مراد وہ نہیں جو جہلا سمجھتے ہیں۔ میں اس فیض کی بات کرتا ہوں جس کی تعلیم میرے عظیم شیخ قاسم فیوضاتؒ نے دی۔ آپؒ سے پوچھا گیا تو آپؒ نے فرمایا :

> ''فیض سے مراد دین ہے۔ ہم نے فیض سے مراد لے لیا ہے کہ

بچے کونوکری مل گئی۔ بیمار کوشفاء مل گئی۔دنیوی مصیبتیں۔۔۔۔یہ نہیں۔فیض سے مراد دین ہے اور دین سیکھنا چاہیے سن کر بھی، سمجھ کر بھی سوال کر کے بھی اور دیکھ کر بھی۔نقل کر کے بھی، اقتداء کر کے بھی۔مرشد ہوتا ہی اس لئے ہے کہ وہ تربیت کرے۔۔۔۔۔۔الخ

(المرشد ستمبر ۲۰۲۲ء ص نمبر ۱۸)

****

جزویاتِ مطالعہ

(۱) اکرم التراجم میں کتابت کی غلطیاں

(۲) شرح دلائل السلوک چند اِشکالات

(۳) اساس السلوک پر ایک نظر

اکرم التراجم میں کتابت کی غلطیاں

ہر زبان کا اپنا ذخیرہ الفاظ، فرہنگ، تراکیب ومحاورات اور اٹھان ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کی فصاحت و بلاغت کا انحصار جملہ عناصر کی صحت پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کلام کو جوں کا توں کسی دوسری زبان میں پیش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔ البتہ ایک ماہر لسانیات کسی بھی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت صرف اور صرف اصل کے قریب ترین معانی ومفہوم رکھنے والے الفاظ اور تراکیب ومحاورات کا انتخاب کر پاتا ہے۔ یہ صداقت تو مخلوق کے کلام کا احاطہ کرتی ہے لیکن جہاں تک خالق کے کلام (قرآن مجید) کا تعلق ہے وہاں تو معاملہ اور بھی نازک اور مشکل ہے۔ ایک تو یہ پیدا کرنے والے کا ذاتی کلام ہے جس نے رہتی دنیا تک اعلان کر رکھا ہے:

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

(البقرہ:23)

دوسرا یہ اس زبان میں ہے جس کا ام اللسان ہونا متحقق اور مبین ہونا واضح ہے۔

هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ

(النحل:103)

یہ اللہ کا ذاتی کلام ہے غیر مخلوق ہے اب کون ہے جو کما حقہٗ دنیا کی کسی بھی زبان میں اسے منتقل کر سکے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

علماء کرام نے جو تراجم پیش فرمائے وہ قریب ترین معنی ومفہوم کے حامل ہیں نہ کہ کما حقہٗ۔ اس فہرست میں ایک ترجمہ بنام ''اکرم التراجم'' بھی موجود ہے۔ جو میرے عظیم شیخ قاسم فیوضات ؒ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان ؒ کی یاد دلاتا ہے۔ یہ ایک سلیس و با محاورہ ترجمہ ہے جس میں لفظی ترجمے کے محاسن کو بھی سمیٹا گیا ہے۔ اردو زبان کا دامن تو ویسے بھی

تنگ ہے پھر زبان وحی کو اردو کا جامہ پہنا کر اس کے جملہ محاسن کو اصل کے قریب ترین رکھنا ایک کرامت ہے۔ واللہ یہ اعجاز و ایجاز!

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ ترجمہ قدرت اللہ اینڈ کمپنی لاہور نے شائع کیا ہے۔ ناشر کے الفاظ ہیں:

''قارئین سے ہماری استدعا ہے کہ اگر کتابت کی غلطی پر نظر پڑے تو پہلی فرصت میں ہمیں اطلاع دیں تا کہ اسے فوری طور پر درست کیا جا سکے۔''

(اکرم التراجم ص:5)

بندہ ناچیز نے یہی تو جرم کیا ہے جس پر یار لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

''سنا ہے ماسٹر عبدالرشید اب حضرت کی غلطیاں نکالتا ہے''

یار: خدا کا خوف کھاؤ بلا تحقیق جھوٹ ہے۔ غیبت و تہمت اور بدظنی ہے۔ سوچو تو سہی کیا تمہاری ان لغویات سے حقیقت چھپ جائے گی۔ ظنی فضولیات کو تو قرآن حکیم یکسر رد کرتا ہے۔

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡـًٔا

ترجمہ: یقیناً ظن حق سے مستغنی نہ کرے گا

(النجم:28)

حضرت قلزم فیوضاتؒ نے اس پر فرمایا:

''پھر وہ ظن جو کسی شرعی دلیل سے ماخوذ بھی نہ ہو اور نہ ہی شرعی دلائل کی طرف منسوب ہو''

(اسرار الحرمین : ص ۲۲)

ہوا کیا ہے؟

اکرم التراجم کا مطالعہ کرتے وقت جب آیۃ الکرسی کا ترجمہ میرے سامنے آیا تو یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ مَا خَلۡفَهُمۡ پر رک گیا۔ یہاں ترجمہ لکھا تھا:

''وہ جانتا ہے جو کچھ اسکے سامنے ہے اور جو کچھ اسکے بعد ہے''

(اکرم التراجم : ص ۸۰)

آیہ کریمہ کا یہ حصہ سورۃ طٰہٰ 110، سورۃ الانبیاء 28، اور سورۃ الحج 76 میں بھی آیا ہے جہاں ضمائر کو اپنی جگہ رکھ کر ترجمہ کیا گیا۔ مثلاً سورۃ الحج کی آیہ 76 دیکھیں:

''جو کچھ ان (فرشتوں اور انسانوں) کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے سب جانتے ہیں۔''[1]

(اکرم التراجم : ص ۶۴۷)

اول الذکر میں خط کشیدہ الفاظ کتابت کی غلطی ہے۔ اَیۡدِیۡهِمۡ اور خَلۡفَهُمۡ دونوں جمع غائب کی ضمیریں ہیں۔ اشاعتی ادارے سے کتابت میں غلطی ہوئی تو ترجمہ واحد غائب میں لکھ دیا گیا۔ جس کا مرجوع بنتا ہے۔ ''یَعۡلَمُ'' بمراد اللہ تبارک وتعالیٰ۔

کتابت کی یہ غلطی ایک سنجیدہ معاملہ ہے جسے تصحیح کی خاطر جناب عبد القدیر صاحب کے نوٹس میں لانا ضروری تھا اور یہی میں نے کیا۔ جواباً حضرت نے فرمایا جزاک اللہ۔

یہ الگ بات ہے کہ یار لوگوں نے بن دیکھے ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر کے اپنا نامۂ اعمال بھاری کر لیا۔

******

[1] ''سب جانتے ہیں''، یہ جمع کا صیغہ نہیں بلکہ ادب باری تعالیٰ کو سامنے رکھ کر تقاضۂ ادب پورا گیا ہے۔ مراد ہے ''اللہ تعالیٰ''

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ﴿القرآن﴾

شرح دلائل السلوک

چند اشکالات

حکایتِ نَے

بشنواز نی حکایت میکند
وز جدائی ها شکایت میکند

چند ہفتے پہلے ایک ساتھی ذکر کیلئے تشریف لائے تو ان کے ہاتھوں میں شرح دلائل السلوک نامی کتاب موجود تھی شارح رحمۃ اللہ علیہ کا نام دیکھا تو حال سے کٹ کر ماضی کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گیا اگلے ہی لمحے میں نے خود کو اپنے عظیم شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں موجود پایا کیفیت کا بیان ممکن ہوتا تو قلم بند کرتا مگر۔۔۔۔۔۔۔ بالآخر ماضی کا فسوں ٹوٹا اور یہ کشتی وجود حال کے ساحل سے آن ٹکرائی۔ زبان پر جدائی کا نغمہ اور زمانے کا گلہ تھا

دخل الزمان بنا و فرق بيننا
ان الزمان مفرق الا حباب

الغرض ساتھی کے ہاتھوں سے کتاب لی، بوسہ دیا، آنکھوں سے لگائی اور بغرض مطالعہ مانگ لی۔ کتاب کی ورق گردانی شروع کی ادھر قلزم فیوضات رحمۃ اللہ علیہ کا فیض تھا تو ادھر قاسم فیوضات رحمۃ اللہ علیہ کی فیاضی۔ سینکڑوں صفحات پڑھ ڈالے یہاں تک کہ نظر حرف آخر پہ جا رُکی مگر روح کی تشنگی بدستور باقی تھی۔

هل من مزيد ! هل من مزيد !

میری معلومات کے مطابق یہ کتاب ان خطبات پر مشتمل ہے جن میں حضرت قاسم فیوضاتؒ نے دلائل السلوک کی تشریح فرمائی۔ شاید انہی بیانات کو آپ کی وفات کے بعد کتابی شکل دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ دوران مطالعہ کہیں کہیں جھٹکا محسوس ہوا۔ متعلمانہ جسارت کے ساتھ یہ مقامات اشکالات کی صورت میں جناب ناشر کتاب ہذا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ شاید کہ میری رہنمائی فرمادیں۔

تحدیث نعمت

شرح دلائل السلوک صفحہ نمبر 36 پر حضرت قلزم فیوضات کا ایک ارشاد بایں الفاظ نقل کیا گیا ہے۔

"تحدیث نعمت کے طور پر میں یہ کہے دیتا ہوں کہ جسے اپنے رب سے رشتہ جوڑنے اور تعلق باللہ قائم کرنے کی طلب ہو وہ اس عاجز کے پاس آجائے انشاء اللہ تعالیٰ اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم نہیں رہے گا۔"

درست! یہ بات حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل السلوک کے صفحہ نمبر 17 پر تحریر فرمائی ہے۔ جبکہ صفحہ نمبر 50 پر بات کو آگے بڑھا دیا گیا۔ چنانچہ آپؒ کے ترجمان مرتب دلائل السلوک حضرت پروفیسر حافظ عبد الرزاق صاحبؒ نے حاشیہ صفحہ نمبر 50 تا حاشیہ صفحہ نمبر 54 تحقیقی نوٹ لکھ کر تشریح فرمادی۔

(دیکھیئے دلائل السلوک چودھویں اشاعت ص نمبر 50,17)

یہ کون ہے؟

دلائل السلوک صفحہ نمبر 17 پر موجود تحدیث نعمت والی عبارت کو بنیاد بنا کر شرح دلائل السلوک کے صفحہ نمبر 42 پر تحریر ہے۔

"اور یہی دعوت عام قاسم فیوضات حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوانؒ بھی اپنی حیات مبارکہ میں دیتے رہے اور یہی دعوت و پیشکش شیخ سلسلہ حضرت امیر عبد القدیر اعوان مدظلہ العالی کی طرف سے آج بھی ہر کسی کو ہے۔"

شرح دلائل السلوک تو میرے عظیم شیخ کا بیانیہ خطبہ ہے۔ یہ عبارت تو ان کی نہیں تو

پھر یہ کون ہے۔؟

چیست یار ان طریقت بعد ازیں تد بیر ما

نہ تو اس اضافی عبارت کے نفس مضمون پر بحث ہے اور نہ ہی یہ میرا عنوان ہے۔ کلام تو اس بات پر ہے کہ اسے حضرت قاسم الفیوضات کے بیان کا تسلسل بنا دیا گیا۔ چلیں بات ذمہ داران اشاعت پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قرآن تو وحی جلی ہے!

شرح دلائل السلوک کے صفحہ نمبر 92 پر تحریر ہے۔

''چونکہ قرآن بھی کشفاً عطا ہوا۔''

یہ عبارت نزول قرآن کے باب میں سورۃ البقرۃ آیت نمبر 97، الشعراء آیت نمبر 193 اور النحل آیت نمبر 102 سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ خود کتاب ہذا کے صفحہ نمبر 242 اور صفحہ نمبر 249 پر موجود عبارت کی نفی کرتی ہے۔ص نمبر 242 پر ارشاد فرمایا:

''وحی جلی کے سوا تلقیٰ من الغیب کی تمام اقسام کا نام کشف و الہام رکھا گیا ہے''

وحی جلی کیا ہے؟ اس کے بارے میں تھوڑے آگے چل کر صفحہ نمبر 249 پر فرماتے ہیں۔ وحی جلی قرآن اور وحی خفی حدیث ہے۔ شاید ناشر کتاب زیر بحث عبارت (صفحہ نمبر 92 والی عبارت) کی صحت کے بارے توجہ فرمائیں گے۔

جواھر القرآن کا مصنف کون؟

کتاب کے صفحہ نمبر 281,282 اور فہرست کتب حوالہ تفسیر جواہر القرآن کو مولانا حسین علیؒ کی تصنیف ظاہر کیا گیا ہے۔ جب کہ یہ تو مولانا غلام اللہ خانؒ نے لکھی ہے۔

جناب یوسف یعقوب مبینہ اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ نے 5 ستمبر

2022ء کو کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی سے شائع کردہ تفسیر جواہر القرآن کی تصویر سرورق مع ورق تقریظ بھیج کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ تفسیر مولانا حسین علی کی تصنیف ہے۔ ان کا جواب درست نہیں۔ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کی تحقیق کے مطابق یہ تفسیر مولانا غلام اللہ خانؒ ہی کی تصنیف ہے۔

(حیات برزخیہ ص نمبر 241، 252، 255 چودہویں اشاعت)

اس تفسیر کی اپنی ایک تاریخ ہے جس پر بدقسمتی سے بہت سا غبار رہے۔ تاہم اہل علم و تحقیق حقیقت سے واقف ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر حبیب اللہ چترالی نے اپنے مقالہ PHD معروف ''برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی مطالعہ'' میں اس تفسیر کو مولانا غلام اللہ خانؒ ہی کیساتھ منسوب کیا ہے۔

بیعت تصوف اور فیض

کتاب کے صفحہ نمبر 103 پر لکھا ہے۔

''بیعت تصوف میں فوت شدہ شخص سے آپ کو کیا فیض ملے گا''

آگے چل کر صفحہ نمبر 129 پیرا نمبر 2 میں تحریر ہے۔

''کامل کے مزار پر جا کر اس کی روح سے رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے۔''

کتاب کے اسی صفحہ پر پیرا نمبر 3 میں مزید ارشاد فرمایا۔

''تیسری صورت اخذ فیض کی یہ ہے کہ قبر پر جانے کی بجائے سالک روحانی طور پر رابطہ کر کے فیض حاصل کرلے۔''

یہ بات درست ہے کہ اہل برزخ سے رابطہ کرنا اور اخذ فیض مبتدی کا کام نہیں لیکن حصول فیض کی مطلقاً نفی ہر سہ عبارات میں تطبیق چاہتی ہے۔ اس پر توجہ فرمائیں۔

صحت عبارت اور سہو وخذف

دور حاضر میں قلم سے کتابت والی بات تو رہی نہیں۔ کمپیوٹر کے انقلابات نے ہر چیز کو بدل کر رکھ دیا۔ مثبت ومنفی اثرات نے طبائع انسانی کی ترجیحات کو بدل دیا۔ شعبہ نشر و اشاعت پر جب کمپیوٹر کی حکمرانی چھائی تو مسودات پر نظر ثانی یا پروف ریڈنگ کا عمل کمزور ہوا۔ نتیجتاً سہو وخذف عبارت کے وقوع نے مفہوم کو اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہنے دیا بلکہ بعض اوقات تو معاملہ بالکل الٹ ہو جاتا ہے۔ صورت حال کچھ یوں بنی ہے کہ:

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے

کتاب شرح دلائل السلوک بھی سہو وحذف عبارت سے بچ نہ سکی۔ دوران مطالعہ جو میں نے دیکھا بتائے دیتا ہوں شاید غور ہو تو دوسرے ایڈیشن میں کام آئے۔

(1) صفحہ نمبر 50 پر تحریر ہے

"متجلی فیہ یعنی جس پر تجلی ظاہر کی گئی (درخت) متجلی من نفسہ یعنی جس ذات کی وہ تجلی تھی (رب العالمین) کے حکم میں آ گیا۔"

اصل عبارت میں متجلی من نفسہ نہیں بلکہ متجلی بنفسہ ہے۔ خود شرح دلائل السلوک صفحہ نمبر 48 پر موجود عربی عبارت دیکھیں۔

فاخذ المتجلی فیہ حکم المتجلی بنفسہ

(دلائل السلوک ص نمبر 25)

بنفسہ اور من نفسہ میں جو فرق ہے وہ اہل علم خوب جانتے ہیں۔

(2) صفحہ نمبر 54 کے آخر میں دلائل السلوک بحوالہ فیض الباری ایک عبارت نقل کی گئی ہے۔ جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ جبال وطیور کی تسبیح کا ذکر ہے۔

ترجمہ کرتے وقت دو جگہوں پر آپ علیہ السلام (حضرت داؤد علیہ السلام) کی

بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا گیا۔

(دلائل السلوک اشاعت بار ہشتم اکتوبر 1988 صفحہ نمبر 39)

دلائل السلوک کے بعد والے ایڈیشن میں یہ غلطی ہوئی جسے شرح دلائل السلوک میں بھی درج کر دیا گیا۔

(3) صفحہ نمبر 352 پر ایک عبارت دیکھیں

''اور ایسے نہیں کہ ان کی نقل کو حجت قرار دیا جائے۔''

یہاں سہو ہوا۔ اصل عبارت ہے۔

''اور ایسے نہیں کہ ان کی نقل کو حجت قرار نہ دیا جائے۔ لفظ ''نہ'' کے حذف سے پورا مفہوم الٹ ہو گیا ہے۔''

حضرت قلزم فیوضاتؒ نے کلام بالارواح کے اثبات میں منقولہ واقعات سے استدلال کی حیثیت پر فرمایا۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالحیؒ لکھنوی کی تحقیق کا ماحصل قابل غور ہے۔

''ان الذاکرین لھذہ المناقب لیسوا ممن لا یعتمد علیہ او ممن لا یکون حجۃ فی النقل''

''یہ ناقلین حضرات ایسے نہیں کہ ان پر اعتماد نہ کیا جائے اور ایسے نہیں کہ ان کی نقل کو حجت قرار نہ دیا جائے''

(دلائل السلوک:167)

(4) صفحہ نمبر 454 پر دیکھیں

''اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت خضر علیہ السلام کے مقابلے میں ورع حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کہیں بڑے تھے۔''

اصل عبارت میں ''ورع تقویٰ'' کے الفاظ ہیں۔ یوں سہو کتابت سے کتنا بڑا فرق پڑا ہے۔

(5) صفحہ نمبر 456 پر تحریر ہے۔

کلموا اھم علی قدر عقولھم

یہ عبارت بھی دلائل السلوک کی عبارت منقولہ بر صفحہ نمبر 451 کتاب شرح دلائل السلوک سے مختلف ہے۔ نیز خود عربی ترکیب بھی اسکی صحت کی تصدیق نہیں کرتی۔ مثنوی مولوی معنوی المعروف مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ دفتر اول صفحہ نمبر 21 پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے۔

"دربیان آنکہ انبیاء علیھم السلام گفتند کلموالناس علی قدر عقولھم"

مزید وضاحت کے لیے ایک حدیث مبارکہ

أَمَرَنا رَسُوْلَ اللہ صَلیَ اللہ عَلیه وَسَلم: أَنْ نُنَزِلِ النَّاس مَنَازِلَھُم

(مثنوی دفتر اول صفحہ نمبر 21 اور ریاض الصالحین حدیث نمبر 381 صفحہ نمبر 157)

(6) صفحہ نمبر 459 پر اخذ فیض کے آداب تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ شیخ کو مرید کے مال پر نظر رکھنے سے منع فرمایا گیا۔ بتایا گیا ہے کہ اس کو" اشراف نفس یا اشراف بی مال المرید" کہتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ اصل عبارت میں لفظ "بی" کی جگہ پر "الی" کالفظ ہے صحت عبارت کو برقرار نہ رکھنے سے حسن ترکیب میں کتنا فرق پڑا اور مفہوم میں بھی وہ بات نہ رہی۔[1]

(7) صفحہ نمبر 474 پر کرامت اولیاء کے سلسلہ میں ابن حزم کے عقائد پر بات کرتے ہوئے اس کا حاصل عقیدہ تحریر کیا گیا ہے۔ عبارت دیکھیں۔

"یعنی حقیقت کرامت کا انکار ہے اور لفظ کرامت کا انکار نہیں"

ذیل میں دلائل السلوک کی اصل عبارت دیکھیں:

---

[1] دیکھیے: دلائل السلوک بار ہشتم صفحہ 261، بعد کے ایڈیشن میں غلطی ہوئی جسے شرح دلائل السلوک میں بھی نقل کر دیا گیا

یعنی حقیقت کرامت کا اقرار ہے اور لفظ کرامت کا انکار۔

(دلائل السلوک ص نمبر 233)

اقرار، کی جگہ پر انکار اور انکار کی جگہ پر، انکار نہیں، لکھنے سے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔

اشکال

شرح دلائل السلوک کے صفحہ نمبر 520 پر ایک سوال کے جواب پر بحث کرتے ہوئے لکھا گیا ہے۔

''روح فانی نہیں۔ روح کی فناء ہے اور بقاء زمانی ہے۔''

صفحہ نمبر 532 پر بارِ دگر لکھا گیا ہے کہ

''روح کیلئے فنا نہیں'' متقدم عبارت میں دو باتیں ہیں۔ روح فانی نہیں۔ ''روح کی فنا ہے''

باہم متضاد ہیں جب کہ دوسری عبارت پہلی عبارت کے وسطی حصہ ''روح کی فناء ہے۔'' سے تضاد رکھتی ہے۔ ادھر پہلی عبارت کا آخری حصہ ''بقا زمانی ہے'' سمجھ نہیں آتا۔ شاید ذمہ داران اشاعت کتاب ہذا توجہ فرمائیں کہ روح فانی نہیں روح کی فنا ہے نیز روح کی بقا زمانی ہے سے کیا مراد ہے؟

حذف حاشیہ دلائل السلوک

دلائل السلوک میں کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں مرتب کتاب حضرت پروفیسر حافظ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحتی حاشیہ تحریر فرمایا ہے جو بذات خود ایک قیمتی علمی دستاویز ہے جس کی شناخت خود حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ہے۔ افسوس کہ شرح دلائل السلوک کی تدوین و ترتیب کے عمل میں دلائل السلوک کو نقل کرتے وقت اس

شناخت کو برقرار نہ رکھا گیا بلکہ حاشیہ جات کو متن کتاب میں ضم کر کے صاحب حاشیہ کا حوالہ چھوڑ دیا گیا ہے جس سے نقصان ہوا۔ مثلاً:

1۔ صفحہ نمبر 24 انکار کرامت کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔۔۔۔ایسے لوگ اولیاء اللہ کی راہنمائی سے محروم ہیں۔

(دیکھیئے حاشیہ دلائل السلوک اشاعت ہشتم صفحہ نمبر 19 چوہدویں بار صفحہ 12-11)

2۔ صفحہ نمبر 252 امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ تا صفحہ نمبر 254۔ حتی کہ سالکین بیداری میں انبیاء کے ارواح اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کا کلام سنتے ہیں ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(حاشیہ دلائل السلوک اشاعت ہشتم ص 146-145 چوہدویں بار ص نمبر 121-120)

3۔ صفحہ نمبر 272 تا 274، ”امام غزالیؒ نے ایمان کی مختلف قسمیں بیان فرمائی ہیں۔۔۔۔۔۔۔نام اس کا حق الیقین ہے۔“

(حاشیہ دلائل السلوک اشاعت ہشتم صفحہ نمبر 156-155 چوہدویں بار ص نمبر 130)

4۔ صفحہ نمبر 277 تا 281 سب سے پہلے کشف کی حقیقت معلوم کر لینی چاہیے۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہے سنگھار بھی ہے
اس پر دعوی حق پرستی اور اس پر یاں اعتبار بھی ہے

(حاشیہ دلائل السلوک بار ہشتم ص نمبر 165-159 چوہدویں بار صفحہ نمبر 138-133)

مورخہ :31 اگست 2022ء

لاشئے عبدالرشید

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴿القرآن﴾

اساس السلوک

پر ایک نظر

12 جولائی 2017 کی ایک سہ پہر کو محو مطالعہ تھا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ ضلع اٹک کے امیر جناب میجر (ر) محمد اکبر صاحب[1] تشریف لائے۔ خبر پا کر حاضر خدمت ہو اتو ان کے پاس موجود ایک دیدہ زیب کتاب پر آنکھیں جم کر رہ گئیں، اس بندہ نگاہ شناس کے استفسار پر کتاب ہذا کے مطالعہ سے متعلق مافات کا اظہار کر دیا۔ اس پر فرمانے لگے۔

''میں یہ کتاب آپ ہی کیلئے لایا ہوں'' زہے نصیب!

سرورق پر موجود چند قرآنی حروف مقطعات کے جلو میں رقم کتاب کا نام ''اساس السلوک'' شعبہ نشر و اشاعت ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال کی مُہر و اشاعت کے ساتھ اپنے مرتب جناب مولانا محمود خالد صاحب کا پتہ دیتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ جو شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ موضوع کی نزاکت اور وسعت کو سوالات خمسہ (Five Question) کی حدود و قیود میں رکھ کر نباہ کارے دارد۔

اس ایجاز کو اعجاز کہنا غلط نہ ہوگا۔ دوران مطالعہ چند مقامات نے بار بار دستک دی تو دریچہ دل پر چند تحفظات ابھر کر سامنے آئے جو بار خاطر ہوئے۔ یہی بیانیہ ہے میری چند معروضات کا اور بس!

﴿خذ ما صفا و دع ما کدر﴾

لاشئے عبدالرشید

---

[1] اس وقت کے امیر

تصنیف ''اساس السلوک'' کی ضرورت کیوں؟

حدیث جبرائیل بتاتی ہے کہ دین کے تین رکن ہیں:

۱۔ اسلام، ۲۔ ایمان، ۳۔ احسان۔

احسان کا مصداق وہ کیفیت ہے جو بندے کو ''ان تعبد اللہ کانک ترا ہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک'' سے لذت آشنا کرتی ہے۔ ہاں اس منزل تک پہنچنے کیلئے جو طریق استعمال ہوتا ہے اسے کہتے ہیں ''سلوک'' یہی روحانیت ہے اور یہی تزکیہ جس کا حامل فلاح پا گیا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی

(الشّمس:9)

ہر دو علمائے متقدمین و متاخرین نے سلوک کو موضوع سخن بنا کر اس کی ضرورت و اہمیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تا آنکہ آج سے نصف صدی پہلے ایک کتاب منصۂ شہود پر آئی جو ''دلائل السلوک'' کے نام سے معروف ہے یہ کتاب مجدد طریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خان نور اللہ مرقدہٗ کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ میرے علم و یقین کے مطابق یہ کتاب اس موضوع پر نہ صرف مسلم الثبوت ہے بلکہ حرف آخر بھی ہے۔[1] اس کتاب میں تصوف و سلوک اور احسان سے متعلق مسائل کو علم و فکر کی روح سے نہ صرف حل کر دیا گیا ہے۔ بلکہ اس پر عقلی و نقلی دلائل لا کر تحقیق کا حق بھی ادا کیا گیا ہے۔ کتاب کا پورا نام ہے۔ ''التبیان فی مسائل السلوک والاحسان''۔ لاریب یہ کتاب اسم بہ مسمی ہے۔

س: اس تبیان حقیقت کے بعد ''اساس السلوک'' کی ضرورت کیوں؟

*****

[1] دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

انکار؟

''بہت افسوس ہوتا ہے جب بعض علمائے کرام ہی تصوف اور ذکرقلبی سے انکار کرتے ہیں۔ جونرم گوشہ رکھتے ہیں وہ بھی ذکرلسانی ہی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اس لیئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک کتابچہ مرتب کیا جائے جس میں تصوف اور ذکرقلبی سے متعلق لکھا جائے''

(اساس السلوک ص ۱۲:)

اگر دلائل السلوک اس ضرورت کو پورا نہیں کرتی تو پھر ایں خیال ہست ومحال ہست وجنون! دلائل السلوک اور شرح دلائل السلوک کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھانا اپنی توسمجھ سے بالاتر ہے۔ رہی بات ہدایت وتوفیق عمل کی تو یہ بندے کے ہاتھ میں ہے ہی نہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

(القصص :56)

ترجمہ : بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں فرماسکتے ولیکن اللہ جسے چاہیں ہدایت فرمادیتے ہیں۔

(اکرم التراجم ص:744)

مشتملات

خود مصنف ''اساس السلوک'' فرماتے ہیں کہ ''یہ کتابچہ پانچ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے''

(ص ۱۴)

آگے چل کر اس کتاب کے ص نمبر ۱۹ پر ان پانچ سوالات کو تحریر کیا گیا ہے جبکہ صفحہ نمبر ۲۰ تا ۱۱۹ پر موجود مباحث کو انہی سوالات کے جوابات شمار کیا گیا ہے۔

محترم ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ[1] اویسیہ جناب صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان صاحب کو ان سوالات کا نشان دہندہ بتایا گیا ہے جبکہ اصل سائل اور مسئول سے متعلق خموشی اپنائی گئی ہے۔ ان سوالات کا ایک تاریخی پس منظر ہے اور ہر دو سائل و مسئول کا ایک مسلم علمی و تحقیقی مقام و مرتبہ ہے۔ دلائل السلوک کے صفحات 259 تا 272 ساری بات سے پردہ اٹھاتے ہیں، کتاب اساس السلوک میں اس حقیقت کو ظاہر نہ کیا گیا، آخر کیوں؟

کیا یہ علمی خیانت نہیں! اس تحریر میں وہ فیوضات و برکات کہاں جو دلائل السلوک کا خاصہ ہیں اور وہ دلائل و براہین مع اسناد حوالہ جات کہاں ہیں جو التبیان فی مسائل السلوک و لاحسان کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تحریر مستند اور حوالہ جات درست ہوں

آیئے کتاب کو اس زاویے سے دیکھتے ہیں۔

*****

خبر کا اعتبار

"اس حدیث (حدیث جبرائیلؑ) کا حاصل یہ ہے کہ دین اور اہل دین کے تین طبقے ہیں، پہلا طبقہ لفظ اسلام سے، دوسرا ایمان سے اور تیسرا احسان سے ظاہر ہے۔"

(اساس السلوک ص نمبر 15-14)

شرح عقیدہ السفارینی کے حوالہ سے جو عبارت دلائل السلوک میں نقل کی گئی ہے وہ دیکھیں:

وحاصل ذالک ان الدین واھلہ کما اخبر خاتم النبیین و امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث طبقات

---

[1] موجودہ جانشیں شیخ

اس حدیث کا حاصل یہ کہ دین اور اہل دین کے تین طبقات ہیں
جیسا کہ خاتم النبیین اور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔

(ص:23)

خبر معتبر ہوتی ہے اپنے مخبر کے ساتھ۔ اساس السلوک میں مخبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق عبارت کے سقوط سے جو تصرف کیا گیا ہے کیا یہ درست ہے؟

بدعت کی تعریف میں سہو

بدعت کیا ہے؟ اور کیا نہیں اس امر کی وضاحت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احداث فی الدین اور احداث للدین کی اصطلاحات لا کر بات کو فیصل فرما دیا۔

(دیکھیئے دلائل السلوک ص 263-264)

تاہم مصنف اساس السلوک نے مولانا محمد عبداللہ بہلوی کے حوالے سے اس بحث کو قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> ”بدعت نام احداث فی الدین کا ہے۔۔۔درس و تدریس کیلئے نصاب تعلیم کی نئی نئی صورتیں تجویز کرنا امتحانی سند دینا یہ سب باتیں نئی احداث ہیں لیکن چونکہ احداث فی الدین ہیں اس لیئے بدعت نہیں۔۔۔۔۔۔۔الخ“

(اساس السلوک : ص24)

منقولہ عبارت کا جلی و خط کشیدہ حصہ کتابت کی غلطی ہے یا مصنف کا سہو یہ احداث فی الدین نہیں بلکہ احداث للدین ہوگا۔ یہ کتابت کی غلطی ہو یا سہو مصنف۔ بہرحال اس نے ساری بحث کو زخمی کر دیا ہے۔

******

کلام الملوک

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ فرماتے ہیں اس آیت قرآنی کی تفسیر ''کلام الملوک ملوک الکلام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ۔۔۔۔۔ان میں نشاط وتقویت کا احساس تو عام ہے۔''

(اساس السلوک ص33)

یہ حوالہ دلائل السلوک ص :107 سے اٹھایا گیا ہے۔تاہم نقل عبارت میں سہو و تصرف کی جھلک دیکھیں۔

1۔ اصل عبارت کے بیچ میں ''کلام الملوک ملوک الکلام'' کا جملہ موجود نہیں ہے یہ مصنف اساس السلوک کی اپنی تحریر کا تنوع ہے جو اصل عبارت کے تسلسل میں حائل اور تفہیم میں مشکل پیدا کرتا ہے۔یہ ایک تفسیر قرآنی کا نام بھی ہے اور عربی زبان کا مقولہ بھی ہے۔حضرتؒ نے اس جملہ کو عربی عبارت کی نقل سے پہلے درج فرما کر اس کا بطور ''نام تفسیر'' ہونا واضح فرما دیا جب کہ اساس السلوک کا مصنف اس کو بیچ عبارت میں لا کر مشکل پیدا کر گیا۔

کیونکہ یہاں یہ بطور مقولہ ہی لیا جائے گا جو کہ غلط ہے بلکہ اصل کتاب میں تحریف کے مترادف ہے۔

2۔ ''اجتماعی ذکر کا ثبوت'' جس کے ضمن میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ثبوت کیلئے لازم ہے کہ انکار کا ارتکاب ہو۔اب انکار کرنے والا انکار کیوں کرتا ہے؟ جواب دلائل السلوک ص107 پر موجود عبارت میں ہے۔کاش مصنف اساس السلوک نے عبارت میں کاٹ نہ لگائی ہوتی۔

نوٹ: دلائل السلوک ص107 پر موجود پوری عبارت دیکھی جائے۔

****

بات ان کی ہے مگر؟

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل السلوک ص 266 پر عنوان دیا ہے۔ ''دوسرے سوال کا جواب''

اس جواب میں حضرتؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس عبارت کا آسان ترجمہ کر کے اساس السلوک کے ص نمبر 37 پر زیر عنوان ''اذکار واشغال کی ضرورت واہمیت'' درج کر دیا گیا ہے۔ تاہم دلائل السلوک کے حوالہ کو بطور ماخوذ بھی ذکر نہ کیا گیا دوسرے کی بات کو اپنے نام کرنے کو علمی دنیا میں کیا کہا جائیگا؟

لاجواب و بے نظیر لوگ

جولوگ ''انوار محمدیہ کو اپنے دلوں میں منتقل کرتے رہے پھر ان میں بہت مخصوص ہوئے جنہیں یہ قوت بھی اللہ نے دی کہ اس نور کو آگے تقسیم کر سکیں۔ یہ بڑے عجیب بڑے لاجواب اور بے نظیر لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے وجود سے اللہ کریم نے اپنی رحمتیں وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں۔''

صاحب اساس السلوک نے اکرم التفاسیر ج 1: ص 305[1] پر سے عبارت نقل کرتے وقت خط کشیدہ عبارت کو چھوڑ کر حوالہ مکمل کر لیا ہے۔ یہ لاجواب اور بے نظیر لوگ ہی تو حاصل تصوف ہوتے ہیں انہیں منفی کر دیا جائے تو باقی رہتا ہی کیا ہے۔

(اساس السلوک ص :51)

اویسی طریقہ

اکرم التفاسیر ج:1 ص 305 سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کا اختتامی جملہ یوں نقل کیا گیا ہے۔

[1] اساس السلوک میں حوالہ دیتے وقت سہواً ص 305 درج ہوا اصل میں یہ اکرم التفاسیر ج نمبر 1 ص 306 پر موجود ہے۔

''اس طرح روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیا میں اویسی
طریقہ کہتے ہیں''

(اساس السلوک ص 51)

یہ جملہ اکرم التفاسیر میں موجود نہیں۔ اصل میں یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ ہے۔
پوری عبارت دلائل السلوک ص 251 پر یوں ہے:

''روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیا میں اویسی طریقہ
کہتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ طریقہ حضرت اویس قرنیؒ سے
ملتا ہے جبکہ اویسیہ سے مراد مطلق روح سے فیض حاصل کرنا ہے۔''

س ا۔ کسی بھی مصنف کی اصل عبارت میں قطع و برید کا جواز کیا ہے؟

س ۲۔ اس قطع و برید اور افراط و تفریط سے مفہوم عبارت میں جو تبدیلی (مثلاً اویسیہ طریقہ کی تعریف میں) پیدا ہوتی ہے اس کا ذمہ دار کون؟

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

(الکھف 28:18)

ترجمہ:1 اس شخص کی فرمانبرداری مت کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا۔

ترجمہ :2 ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ سورۃ کہف کی یہ آیت کریمہ ''قرآن کریم اور ضرورت شیخ'' کے عنوان میں اساس السلوک ص 60 پر نقل کی گئی اور یہ دونوں تراجم بھی وہاں دیئے گئے ہیں۔ دوسرا ترجمہ اکرم التراجم سے لیا گیا ہے جو ''اَغْفَلْنَا'' کی معروف لغت و ترکیب کے مطابق ہے اور تقریباً تمام مترجمین حضرات نے اسی کو اپنایا ہے۔

تعجب ہے کہ ترجمہ نمبر ا نقل کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس سے عام قاری مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ لغت میں اگرچہ ''غفل'' کا معنی ''بھلا دینا'' موجود ہے، تاہم قرآن کریم میں

اس کیلئے عموماً لفظ ''نسوا'' استعمال ہوا ہے۔

(دیکھئے 67:9 اکرم التراجم ص 374)

ہم نے اپنے قلوب کی نورانیت میں فرق پایا

(اساس السلوک ص 66)

اساس السلوک کے فاضل مصنف اپنی کتاب کے ص 66 پر مشکوۃ شریف ج ۲ ص 547 سے ایک حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے۔

یہ حدیث مبارکہ ''ضرورت شیخ ازروئے احادیث'' کے زیر عنوان لائی گئی ہے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے جس کے آخری الفاظ ہیں : ''حتی انکرنا قلوبنا''

فاضل مصنف نے ترجمہ کیا ہے۔

''ہم نے اپنے قلوب کی نورانیت میں فرق پایا''

نہ تو اس جملے کا یہ ترجمہ بنتا ہے اور نہ ہی صاحب مشکوۃ نے ایسی کوئی عبارت نقل فرمائی ہے جس کا یہ ترجمہ کیا جائے۔ پس یہ مصنف کی اپنی اختراع ہے۔ یہ ترجمہ محض وضعی عبارت ہے۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے۔ اگر مصنف سے 'سہو' ہوا ہے تو فوری رجوع لازم ہے۔

اصل میں یہ حدیث اثری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اس کا پورا ترجمہ دیکھئے۔

''جب وہ دن ہوا کہ جس دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے ہر چیز روشن ہوئی اور جب وہ دن جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو مدینہ میں ہر چیز تاریک ہوئی اور ہم نے نہ جھاڑے تھے اپنے ہاتھ خاک سے اس حال میں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے میں مشغول تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے

اپنے دلوں کو نا آشنا پایا۔‘‘

(مشکوۃ شریف مترجم ج ۳ ص ۲۰۷ مکتبہ رحمانیہ ۱۱۸، اردو بازار لاہور)

دیگر مترجمین علمائے حدیث نے بھی مادہ ’’ن ک ر‘‘ کو سامنے رکھتے ہوئے انکر ناقلوبنا کا ترجمہ کیا ہے۔ہم نے اپنے دلوں کو نا آشنا پایا۔آگے چل کر فاضل مصنف ’یعنی‘ کا لفظ لا کر اس حدیث اثری کی وضاحت میں لکھتے ہیں۔

’’یعنی ہمارے قلوب میں وہ صفائی اور نورانیت نہیں رہی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے وقت محسوس ہوتی تھی۔‘‘

حدیث مذکور کی یہ تشریح بھی مصنف کی اپنی نہیں بلکہ لمعات سے ماخوذ ہے اگرچہ انہوں نے حوالہ نہیں دیا۔مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ھو کنایہ عدم وجدان النورانیہ و الصفا الذی کان حاصلا من مشاہدۃ صلی اللہ علیہ وسلم لتفاوت حال الحضور و الغیبہ

ترجمہ: یہ اس صفائی اور نورانیت کے عدم ادراک کی طرف ایک اشارہ ہے جو مشاہدہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاصل تھی تا کہ حالت حضوری وغیبت میں تفاوت (واضح) ہو۔

(لمعات بر حاشیہ مشکوۃ ص ۵۴۷)

یہاں عدم وجدان کی بات کی گئی ہے وجدانیات ہے کیا؟

(ماتکون مدرکۃ بالحواس الباطنیہ)

ترجمہ: حواس باطنی سے جس کا ادراک ہو سکے۔

(التعریفات از السید الشریف ار بز جانی الحنفی ص ۱۷۴)

قاعدہ ہے کہ عدم ادراک الشئی عدم شئے پر دال نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از الانتباہات المفیدہ قاعدہ نمبرا ص 53)

عدم فھم الشئی لیس بدلیل علی بطلانہٗ

یعنی ایک شئے سے نا آشنا ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ موجود ہی نہیں۔ دیکھئے مصر میں حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا جب کہ وہ جناب یوسفؑ سے نا آشنا ہیں۔

فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ۔

(یوسف:58)

بھائیوں کے نا آشنا ہونے سے وجود یوسفی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اسی طرح صحابہ اکرامؓ کا اپنے قلوب میں موجود صفائی اور نورانیت کے اوزان کا عدم وجدان عدم محض یا نقص مکنونہ کی دلیل نہیں پھر اس عدم وجدان کی علت بھی موجود ہے۔

فلما کان الیوم الذی مات فیہ اظلم منہا کل شی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے رخصت فرما جانا اتنا بڑا واقعہ تھا کہ اس دن ہر شئے تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔ بھلا قلوب کل شئ کی تعریف سے باہر کیسے رہتے؟ چنانچہ ملا علی قاریؒ "حتی انکرنا قلوبنا" کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

تغیرت حالنا بوفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم و ظہور انواع الظلمہ علینا۔ ولم نجد قلوبنا علی ما کانت علیہ من انوارالصفا ورقہ والالفت فی ما بیننا لا نقطاع مادۃ الوحی و فقدان برکۃ صحبۃ واثر اکسیر حضور حضرۃ

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور ہمارے اوپر ٹوٹنے والے گونا گوں اندھیروں کی وجہ سے ہماری حالت بدل گئی بوجہ انقطاع وحی اور صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ برکات کا فقدان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عدم حضوری کے اثر کی وجہ سے ہم اپنے دلوں میں وہ نورانیت وصفائی اور باہمی نرمی و الفت کا

ادراک نہ کر پائے جس پر کہ پہلے تھے۔

(المرقاۃ ج ۱ ص ۳۰۷)

صحابہ اکرامؓ کے دلوں پر انقطاع وحی کا اثر بکا کی صورت میں دیکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ ہمراہ جناب حضرت عمر فاروقؓ حضرت ام ایمن کے ہاں تشریف لے گئے تو وہ رو پڑیں استفسار پر فرمایا۔

مَا أَبْكِي أَنْ لاَ أَكُون أَعلَم أَنَّ مَا عِندَ الله تعالى خَيرٌ لِرَسُول الله صلى الله عليه وسلم، وَلَكِن أَبكِي أَنَّ الوَحى قَدْ انْقَطَع مِنَ السَّمَاءِ۔

(مشکوۃ ج ۲ ص ۵۴۸)

ترجمہ : میں اس واسطے نہیں روتی کہ میں نہیں جانتی کہ جو کچھ خدا (اللہ) کے پاس ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بہتر ہے مگر میں اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنی منقطع ہوگی۔

مشکوۃ مترجم ج ۳ ص ۲۱۰

فائدہ:

انقطاع وحی کا قلوب صحابہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ پکار اٹھے۔ ''انکرنا قلوبنا''

حاصل

نہ تو ضرورت شیخ سے انکار ممکن ہے، اور نہ اثر صحبت سے کوئی مفر۔ مگر صحابہ اکرامؓ وہ عظیم ہستی ہیں جن کے قلوب براہ راست شمس نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے رابطہ رکھتے ہیں۔ نہ تو اس شمس کو غروب ہے اور نہ ہی صحابہ اکرامؓ کے قلوب کو انقطاع نور وصفا

افلت شموس الاولین و شمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

صحابہ اکرامؓ کی تربیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی تھی یہ تربیت تامہ واکملہ

تھی جس میں کسی عرفی تنقص کو دخل نہیں اور بس۔ چنانچہ روحانیت صحابہ پر کوئی زمانی و مکانی تغیر اثر تام نہ چھوڑ سکا کیونکہ ان کا چناؤ خود اللہ کریم نے فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

(ان اللہ اختارنی واختارلی اصحانی)

حدیث حنظلہؓ بن ربیع اسیدی

اساس السلوک ص 66 پر حدیث حنظلہؓ بن ربیع کاتب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کونقل کر کے فہم حدیث کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے۔

"یعنی آدمی ہمیشہ ایک حالت میں نہیں رہتا۔حضوری کی کیفیت بھی کبھی کبھی اور قوی صحبت میں حاصل ہوتی ہے"

استنباط قاعدہ عامہ کی حد تک یہ عبارت درست جبکہ استثنیات کا لحاظ رکھا جائے۔ صحابہ اکرامؓ پر اس کلیہ عامہ کا اطلاق درست نہیں انہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحبت میسر آئی اس سے قوی کسی صحبت کا تصور ممکن ہی نہیں۔ دراصل حدیث حنظلہؓ میں معاملہ باطنی توجہ کی انواعی تقسیم کا ہے۔ جسے مشکوۃ شریف میں ساعۃ وساعۃ ثلاث مراۃ کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ کے الفاظ میں:

ساعۃ فی الحجور فی الذکر و ساعۃ فی حق النفس خاصہ و ساعۃ العاقبۃ واللہ اعلم۔

(مشکوۃ ص ۱۹۸ حاشیہ المعات)

کبھی حضوری کی کیفیت میں ذکر ہو تو کبھی خاص حقوق نفس کیلئے کاربند اور کبھی محاسبت و مواخذت کیلئے وقت مخصوص۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

و یتحمل ان یکون قولہ :ساعۃ و ساعۃ للتر خیص او

للتحفظ لئلا تسام النفس عن عبادة و حاصله ان یا حنظله هذ
ه المدا ومته علی ذکر مستقته لا یطیقها کل احد فلم یکلف بها
و انما للذی یطیقه الاکثر ون ان یکون الانسان علی هذ ه
الحالته ساعته و لا علیه با یصرف نفسه للمعا سفه المذکور ه
و غیر ها سا عته اخری ۔ وانت کذالک فانت علی صراط
المستقیم۔

(مرقاۃ ج ۵ ص ۵۱)

خلاصہ: ممکن ہے ارشاد گرامی ''ساعتہ وساعتہ'' رخصت کی غرض سے ہو یا اکتاہٹ عبادۃ سے نفس کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔ مراد یہ ہے کہ اے حنظلہ جس مداومت کی بات ہوئی ہے وہ ایسی مشقت ہے جس پر ہر کسی کو طاقت نہیں۔ پس اس پر کوئی مکلف نہیں۔ جس بات کی طاقت اکثریت میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان کبھی کبھی اس حالت پر ہو۔ نیز اسے نہیں چاہیئے کہ وہ ساعتہ دگر نفس کو مزکورہ حاجات سے باز رکھنے پر ڈال دے۔ اور تو اس طرح ہے۔ پس تو صراط مستقیم پر ہے۔

فائدہ: ساعتہ وساعتہ ثلاث مراۃ ہی دین ہے اور بس۔

حاصل : مقرر تحریر ہے کہ نہ تو ضرورت شیخ سے انکار ممکن ہے اور نہ ہی اثر صحبت پر کوئی اور رائے قائم کی جاسکتی ہے البتہ خیر والقرون بالعموم اور قرون اولی بالخصوص کو زمانہ مابعد پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حفظ مراتب کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔ الغرض استنباط کیلئے اس نزاکت کو سامنے رکھا جائے۔

کتب تصوف کی موجودگی میں شیخ کی ضرورت

محض کتب تصوف کا وجود تزکیہ باطن کیلئے کافی نہیں اس باب میں حضرتؒ نے تمثیلی وضاحت فرمائی ہے دیکھیے دلائل السلوک صفحہ نمبر 54۔

اساس السلوک صفحہ نمبر 69 پر اس عبارت کو نقل کرتے وقت کاٹ لگائی گئی ہے۔ نتیجتاً اس نامکمل عبارت نے نہ صرف تسلسل کو توڑ دیا بلکہ مفہوم بھی زخمی ہو کر رہ گیا ہے۔ معلوم نہیں یہ سہو کتابت ہے یا سہو نقل لیکن توجہ طلب ضرور ہے۔

حیات جاوداں سے ایک اقتباس

اساس السلوک ص 109-108 حیات جاوداں سے ایک عبارت نقل کرتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

"نفس کو ہر سانس پر اس حد تک کچل کچل کر ختم کر ڈالو کہ اس میں اتنی طاقت ہی نہ رہے کہ وہ ایمان کی شکل اختیار کرے"

س : نفس کو کچلنا مقصود ہے یا اصلاح نفس؟ نفس کیا ہے؟

منقولہ ہذا اقتباس کو سمجھنے کیلئے نفس کا اجمالی مطالعہ ملاحظہ فرمائیں۔ تخلیق بشری کا سفر عناصر کی ترکیب وترتیب سے شروع ہوا اور

" ونفخت فیہ من روحی " (الحجر آیت نمبر 28)

کے ساتھ اس کی تکمیل ہوئی۔ جسم وروح کا یہ اتصال جب بطور اکائی "کسب خلاق و اوصاف حمیدہ یا ذمیمہ کرتا ہے اور بدن سے عشق ومحبت پیدا کر لیتا ہے اور مصالح بدن میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر لفظ نفس بولا جاتا ہے۔"

(دلائل السلوک ص 47)

حضرت شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں

نفس کیا ہے؟ وہ شئے جو انسان کے اندر خواہشات کو جنم دیتی ہے۔

(محافل شیخ ص 36)

نفس کے جملہ اعمال وخواہشات کا نکھار ہی تو شریعت ہے اور یہی غرض تھی اس سلسلہ نبوت ورسالت کی جس کی تکمیل ہے۔

ولکن الرسول اللہ و خاتم النبیین۔

(الاحزاب :40)

فرائض نبوت کو دو عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے:

۱۔ ظاہر ۲۔ باطن

تلاوت آیات اور تعلیم قرآن وحکمت کا تعلق ظاہر سے ہے جبکہ باطنی پہلو کو ”ویزکیھم“ سے واضح فرمایا گیا ہے۔

" ویزکیھم :یطھر قلوبھم عن العقائد الفاسدہ ولا شغال بغیر اللہ و نفوسھم عن الرذائل و ابدا نھم عن الا نجاس والاخباث والاعمال القبیحہ"

(مظہری (عربی) ج ۲ ص ۱۶۷۔۱۶۸)

ترجمہ: اور انکو پاک کرتے ہیں انکے دلوں کو غلط عقائد اور تفکرات ماسوا اللہ سے پاک فرماتے ہیں۔ان کے نفس کو برائی سے، بدن کو نجاست و پلیدی سے اور قبیح اعمال سے پاک فرماتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی یزکیھم کے معنی بتاتے ہیں یطھرھم من الذنوب یعنی انہیں گناہوں سے پاک فرماتے ہیں۔

(جلالین : ص62)

جب نفس ہی کو کچل کر ختم کر ڈالا تو یزکیھم کا مفہوم کیا ہوگا۔

دانائی کی بات

مزکی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کی محاسبت ہی کو دانائی کا نام دیا ہے۔

" الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت و العاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ"

(مشکوٰۃ : ص451)

ترجمہ : دانا وہ شخص ہے کہ اپنے نفس کو اللہ کا مطیع کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ شخص ہے کہ اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے تابع کرے اور اللہ تعالیٰ پر امید رکھے۔''

(مشکوٰۃ مترجم ج ۲ ص 511: مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ دان نفسہ کی شرح میں نقل فرماتے ہیں :

"حاسب اعمالھا و احوالھا و اقوالھا فی الدنیا فان کانت خیراً حمد اللہ وان کانت شراً تاب منھا و استدرک ما فات قبل ان یحاسب فی العقبی"

(مرقاہ برحاشیہ مشکوٰۃ ص451)

ترجمہ : جس نے دنیا میں اپنے اعمال، اقوال اور احوال کا محاسبہ کیا۔ نیکیوں پر اللہ کی حمد بیان کی اور برائی کی صورت میں آخرت کے محاسبہ سے پہلے پہلے توبہ کی اور چھوٹ جانے والے اعمال کا پیچھا کیا۔

نفس اور اصلاح نفس کی تربیت وترکیب پر بحث کو مولانا اللہ یار خانؒ نے ''سکون کیا ہے'' کے عنوان کے تحت بہت ہی خوبصورتی سے سمیٹا ہے۔

*****

سکون کیا ہے؟

نفس کی صفت غفلت اور شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ان رزائل کو قلت طعام، قلت کلام، تخلیہ اور تقویٰ سی کم کیا جاسکتا ہے۔ ان رذائل کی کمی کا نام اصطلاح صوفیا میں ''سکون'' ہے سکون کے تین مدارج ہیں۔

<u>اول سکون تام وکامل:</u> یہ درجہ اطمینان نفس کا ہے اس درجہ میں نفس کو مطمئنہ کہتے

ہیں۔

<u>دوئم سکون غیر تام وغیر کامل :</u> یہ نفس لوامہ ہوا۔

<u>سوئم عدم سکون (مطلقاً):</u> یہ نفس امارہ ہوا۔

(دلائل السلوک ص 47)

افادات

1۔ تزکیہ کے ذریعے سکون حاصل کیا جا سکتا ہے۔

2۔ سکون تام واکمل ہی فنا تام ہے

3۔ نفس کے لئے کچلنا اور ختم کرنا کے الفاظ حقیقت میں جذب کی لغت ہے جس کا استعمال حالت جذب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اساس السلوک کی منقولہ عبارت کا دوسرا حصہ ہے:

''اس میں اتنی طاقت ہی نہ رہے کہ وہ ایمان کی شکل اختیار کرے''

س نمبر :2 اس عبارت سے کیا مراد ہے؟

حضرت العلامہ مولانا اللہ یار خان کی عبارت متعلقہ ''سکون'' کے فہم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تام واکمل ایمان کی صورت میں ہی نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں جو حاصل سکون ہے۔بصورت دیگر

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً

(الفجر آیت نمبر 27,28)

کا مخاطب کون ہوگا:

تو نیک و بد خود ہم از خود پرس
چرا دیگرے بایدت محتسب

عرضِ حقیقت

کتاب اساس السلوک کی تالیف ذکر اللہ کو عام کرنے کی ایک پرخلوص کوشش ہے۔ نہ تو اس میں کوئی شک ہے اور نہ ہی کسی بدظنی کی گنجائش۔

اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ

(سورۃ الحجرات : 12)

اس کتابچہ میں تصوف اور ذکر قلبی سے متعلق لکھا گیا ہے تاکہ انکار کرنے والوں کے انکار کو روکا جا سکے۔ بقول مؤلف کتاب

"دانستہ کوشش کی گئی کہ اپنی بات نہ کریں۔ قرآن و حدیث اور علمائے امت کے ارشادات پیش کریں۔ اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیں کہ حق کیا ہے۔"

(ص199)

لاریب قرآن و حدیث حق ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اس کی مرضی ۔ یہ اختیار تو قاری کے پاس ہے۔

اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا

(الدھر:3)

مگر قرآن وسنت پیش کرنے کے بعد اس بات کا فیصلہ قاری پر چھوڑنا کہ "حق بات کیا ہے" قطعاً درست نہیں ہدایت سبیل کے بعد قاری کے پاس صرف اور صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے۔ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا۔

(النور:51)

قرآن وسنت کی موجودگی میں فیصلے کا حق اپنے پاس رکھنا تو منافقانہ روش ہے جس کی

اصل بشر نامی یہودی کے واقعہ میں موجود ہے جو منافقانہ لباس میں مسلمانوں کی صفوں میں بیٹھا تھا۔ دوسرے ایک یہودی کے ساتھ اس کی مشاجرت کا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسے پسند نہ آیا وہ اپنا مقدمہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس لے گیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ کو فیصلہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوا تو آپؓ نے بشر کا سر قلم کر دیا اور فرمایا

"جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں اس کے لئے عمرؓ اس سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں دیکھتا۔"

(اسرار التنزیل ج 2 ص 70، جلالین ص 77 تفسیر آیت نمبر 60 سورۃ النسا)

دراصل یہ معاملہ تعا کس برکات اور کیفیات کا ہے جس کے لئے واضح نے الفاظ تخلیق ہی نہیں فرمائے یہ دولت اہل دل کی محفل میں تقسیم ہوتی ہے۔ تصوف وسلوک وہ پرندہ ہے جس کی زبان سمجھنے کے لئے صحبت سلیمان لازم ہے۔ کیونکہ

من نہ دیدم گہے سلیمان را
چہ شناسم زبان مرغاں را

جہاں تک تعلق ہے احقاالحق کا تو اس موضوع پر علمائے کرام کی تصنیفات کے علاوہ ہر مکتبہ فکر کے مفتیان عظام نے تصوف وسلوک اور مطلقات "ذکر" کے حق میں فتاویٰ جاری فرما دیے ہیں۔ اس کتاب اساس السلوک کے شروع میں بھی ایک مفصل و مدلل فتویٰ موجود ہے اس سے پہلے شعبہ نشر و شاعت ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال کے زیر اہتمام تمام مکاتب فکر کے مفتیان عظام سے فتاویٰ حاصل کر کے شائع کئے گئے۔ جو کتابچہ کی شکل میں موجود ہیں مگر!

وَمَایَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(2:269)

******

حرف آخر

تصوف کی برکات کا مشاہدہ صرف اہل نظر ہی کو ہوسکتا ہے اور مجموعی طور پر اس کی ''عجیب تاثیر'' کی کیفیت الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہوسکتی اور جولوگ صرف الفاظ سے کھیلتے ہیں انہیں ان کی کیفیات کا علم ہو بھی تو کیوں کر۔ لہذا اپنی محرومی کو چھپانے کے لئے انکار کا سہارا لیتے ہیں۔

قاصر گر کند بر ایں طائفہ طعن قصور
ماشا اللہ کہ بر آرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دلائل السلوک 107)

لو كان هذا العلم يحصل بالمنى
ما كان يبقى فى البرية جاهل
اجهد ولا تكسل ولا تك غافل
فند امة العقبى لمن يتكاسل

(دیوان علی ص 87)

ترجمہ: اگر یہ علم صرف خواہش سے حاصل ہوتا تو دنیا میں کوئی جاہل نہ رہتا۔ کوشش کر، سست نہ ہو اور غافل نہ رہو۔ پس ہمیشہ کی ندامت اس شخص کا مقدر ہے جو سستی کا شکار رہا۔

******

انسان پرستی

شرک کی جملہ اقسام اور جزئیات وتضمنات پر علمائے حق نے تفصیلی کلام فرمایا ہے۔ اہل علم نے سیر حاصل بحث کی ہے جبکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اس عنوان کی حد فاصل ہے۔شرک کی جملہ اقسام میں شرک فی حکم کا ذکر ملتا ہے جو دراصل انسان پرستی ہے جسے شریعہ اسلامیہ یکسر رد کرتی ہے۔

انسان پرستی کیا ہے؟

کسی انسان کی اتباع واطاعت میں اسقدر غلو اختیار کرنا کہ تعلیماتِ اسلامیہ زخمی ہو جاہیں اور معصیت باری تعالیٰ کا ارتکاب وجود میں آئے تو یہ انسان پرستی ہوگی۔اسلام نے اس رویہ پر تاکیدی وحتمی انداز میں بات کی ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ : حکم صرف اللہ ہی کا ہے

سورۃ یوسف کی آیت نمبر39،40 میں اس عنوان پر ایک خطبہ موجود ہے۔ جو اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔

یہ خطبہ یٰصاحبی السجن کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ جیل تو فی نفسہ تاریکی، متخو فانہ سکوت اور اتلاف حریت سے عبارت ہے۔اس ماحول کا تصور ہی خطبے کی اہمیت کو واضح کر دیتا ہے۔استفہامیہ استدلال کے ساتھ ہوائے نفس کے پیچھے دوڑنے اور بدون دلیل ربانی متقابلانہ طور پر مخلوق کی پیروی اختیار کرنے کو زوردار طریقہ سے روکا گیا ہے۔شرک فی حکم کا ابطال کرنے کے ساتھ ہی دین قیم کی طرف رہنمائی فرمادی گئی۔ ارشاد ہوتا ہے :

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

”حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کی

عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے“

سوال پیدا ہوتا ہے کی دین قیم کی موجودگی میں لوگ انسان پرستی کیوں کرتے ہیں؟ تو خطبہ مذکور کے آخر میں فرمایا:

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ : ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

دراصل انسان پرستی کی علت ”غلو“ ہے جو انسان کو یعلمون تک پہنچنے ہی نہیں دیتا۔ وہ ساری عمر لا یعلمون میں ہی گزار دیتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے آپ کو یعلمون میں شمار کرتا ہے۔

ہر کہ نداند و نداند کہ نداند

جہل مرکب ابد الدہر بماند

جو کوئی لاعلم ہے اور اپنی لاعلمی سے بھی بے خبر ہے وہ ہمیشہ جہل مزید پر ہی رہیگا

انسان پرستی اہل ضلال کا پرانا رویہ ہے جسے انھوں نے بطور مذہب سینہ سے لگا رکھا ہے۔ غلو کی یہی تو مصیبت ہے جس نے پہلی امتوں کو تباہ کیا تھا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوَّ فِي الدِّينِ

”غلو سے بچتے رہو کیونکہ تم سے پہلے جتنے لوگ ہلاک ہوئے وہ سب دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے“

(النسائی، حدیث ۲۸۶۳، سنن ابن ماجہ ۳۰۲۹)

*****

غلو کیا ہے؟

غ ل و(ی) کے مادہ سے یہ لفظ ''غلو'' ہے اس کے اصلی معنی حد سے بڑھ جانے اور تجاوز کرنے کے ہیں۔ اسلام ایک متوازن دین ہے جو خَيْرُ الأُمُور اَوْسَطُها[1] کا درس دیتا ہے اور ہر قسم کی مبالغہ آرائی کو رد کرتا ہے۔ اس میں غلو کی اجازت نہیں۔ جب اہل کتاب نے اپنے دین میں حاشیہ آرائی کی کوشش کی تو قرآن حکیم نے دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا:

''يَآَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ''

''اے اہل کتاب: اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ بڑھو''

(سورۃ النساء:171)

انسان پرستی کی تاریخ

قابیل پہلا انسان تھا جس نے ایک عورت کے حسن سے متاثر ہو کر انسان پرستی کی ابتدا کی تھی اور اسے اپنی زوجیت میں لینے کے لئے قانون حقہ کی مخالفت پر اتر آیا تھا۔ اس کے سامنے اللہ کا قانون بیان کیا گیا تو انکاری ہوا۔ مظہری نے یوں نقشہ کھینچا:

''لَا يَحِلُّ لَكَ''

''یہ تیرے لیے حلال نہیں''

حکم شریعہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بجائے انکار کر بیٹھا

''فابیٰ ان یقبل ذالك''

''تو یہ حکم ماننے سے انکاری ہوا''

اپنے باپ اور اللہ کے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی بات کو بے وقعت قرار دیتے ہوئے یوں گویا ہوا۔

---

[1] ''بہترین کام وہ ہے جس میں میانہ روی ہو۔'' سنن دارمی حدیث نمبر 261

اِنَّ اللہ لَمْ یامرہ بھذا وانما ھو برایتہ

''یقیناً اللہ نے تو انہیں یہ حکم نہیں دیا یہ ان کی اپنی رائے ہے۔''

ناخلف بیٹا یہ نہ سمجھ سکا کہ نبی علیہ السلام کی رائے بھی دین ہوتی ہے۔

انسان پرستی اور مذہب

اُدھر انسانیت اپنے بلوغ کی طرف بڑھتی رہی تو اِدھر واضع انسانیت نے شخصی تہذیب اور معاشرتی سدھار کے لیے نبوت و رسالت کا ایک مضبوط اور مربوط سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ آدمیت اپنی طبعی عمر کے نقطہ عروج تک پہنچی تو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی حتمی راہنمائی کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا:

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

ترجمہ: اور لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''

اب اللہ کو پانے کا واحد راستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور کیفیات محمد صلی اللہ ولیہ وسلم کا حصول وانجذاب ہے اور بس۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابداً علی افک العلیٰ لا تغرب

''پہلوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سورج (شمس نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ افک کی بلندیوں پر موجود ہے کبھی غروب نہ ہوگا۔''

آفتاب نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنیں چاردانگ عالم پھیلتی رہیں اور ابدلآباد تک پھیلتی رہیں گی۔ انشاء اللہ

چراغ روشن ہوئے دیے سے دیا جلتا رہا۔ تعلیمات محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

حفاظت کرنے والے علمائے ربانیین کہلائے تو کیفیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام کرنے والے حضرات مشائخ۔ سیکھنے سکھانے کا یہ عمل ہی تو دین ہے جسکی حفاظت خود رب قدیر نے فرمادی۔ یاد رہے کہ اس عمل میں عقیدت و ادب اور اطاعت لازم ہے۔ ان کے بغیر بات نہیں بنتی۔

یہ شرط ضرور ہے کہ شریعت اسلامیہ کو مقدم رکھتے ہوئے ہر ایک کی حدود کا خیال رکھیں۔ افراط ہو نہ تفریط بس توازن ضروری ہے۔ جہاں کوئی حدود خداوندی سے آگے بڑھا وہیں سے انسانیت پرستی نے سر اٹھایا۔ یہ تو ربوبیتِ باطلہ ہے۔ جو یہود و نصاریٰ کی علامت رہی اور ہے۔ قرآن حکیم میں یہ خبر موجود ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

(التوبہ 31)

''ترجمہ: انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا پروردگار بنا رکھا ہے''

علمائے تفسیر اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

1۔ تفسیر مظہری جلد 4 ص;186 ''حیث اطاعوا فی معصیت اللہ'' جب اللہ کی نافرمانی میں ان (علماو مشائخ) کی اطاعت کی۔

2۔ تفسیر جلالین، ص186 ''حیث اتبعواھم فی تحلیل ما حرم و تحریم ما احل'' جب ان (علماء و مشائخ) کی پیروی میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتے تھے۔

3۔ اسرار التنزیل جلد 4 ص28، حضرت قاسم فیوضات مولانا امیر محمد اکرم اعوانؒ فرماتے ہیں۔

''انھوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے کہ

جب اللہ کے حکم کے مقابلے میں ان کی بات کو زیادہ اہمیت دیتے
ہیں تو گویا انھوں نے اللہ کی ذات کی جگہ پر اپنے مذہبی پیشواؤں کو
اپنا رب مان لیا ہے''

اس آیہ کریمہ کی حتمی تفسیر حضرت عدیؓ بن حاتم کی بیان کردہ اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ انھوں نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے یہ آیہ مبارکہ سنی تو عرض کیا :

انا لسنا نعبدھم۔ قال: أليس يحرمون ما أحل الله فتحرمونه ويحللون ما حرم الله فتحلونه ۔ قلت بلیٰ ۔قال فتلك عبادتهم۔

''یارسول! ہم اپنے اپنے پادریوں اور راہبوں کی عبادت نہیں کرتے تھے تو رسول اللہ نے فرمایا: کیا تم ان راہبوں کے حرام وحلال کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حرام وحلال کردہ چیزوں کے برخلاف ان کا حکم نہیں مانتے تھے تو میں نے کہا۔ ہاں یہ بات تو تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہی تو ان کی عبادت کرنا تھی۔

(رواہ الترمذی)

انسان پرستی کا ذمہ دار کون؟

اَرْبَابًا مُتَفَرِّقُوْن سے متعلق تارِیخ میں دو طبقات کا ذکر ملتا ہے۔ وہ جو خود موحد تھے، موحد رہے اور توحید باری تعالیٰ کا علَم تھامے میدان حشر میں کھڑے ہوں گے۔ یہ عظیم جماعت، قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، تُفْلِحُوا کی امین تھی اور ہے۔ اہل اللہ کی یہ جماعت قطعاً غبار شرک کی ذمہ دار نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں ناخلف عقیدت مندوں نے

انھیں اربابا متفرقون کی صف میں لاکھڑا کیا طبقہ ثانیہ میں تین نام آتے ہیں:

1۔ مطلق العنان بادشاہ 2۔علماءسوء 3۔بے دین مشائخ

یہ لوگ خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کے لیے دین کو بدلتے رہے اور آج بھی اپنی روش پر قائم ہیں۔ باقی رہے عوام الناس، تو وہ بچارے تو العوام کالانعام کا مصداق ہوتے ہیں۔ جو طوعاً و کرھاً ان کی ہفوات کو دین سمجھ کر پیروی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا تھا:

وهلْ يبدل الدينَ إلا الملوكُ وَأحبـارُ سُوءٍ وَرُهبانها والتخذوا

ترجمہ: بادشاہ، علمائے سوءاوران کے مشائخ دین کو بدل دیتے ہیں اور وہ اپنا لیتے ہیں

یاد رہے دین کو بدلنا تحریف دین کہلاتا ہے جو یہود کا طریق ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ

(النساء46)

''یہودیوں میں سے کچھ لوگ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں'' اسلام اس قسم کی تحریفات کو قبول نہیں کرتا تحریف مذموم ہے لفظی ہو کہ معنوی کیونکہ یہیں سے تو ربوبیت شخصی جنم لیتی ہے۔ تاریخ ربوبیتِ شخصی کی مثالوں سے بھری پڑی ہے تاہم قصص قرآنیہ کو سامنے رکھتے ہوئے چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

1۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

''(اے مخاطب) کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابرہیم علیہ السلام سے ان کے پروردگار کے بارے میں مباحثہ کیا کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی''

(سورۃ البقرۃ258)

یہ شخص تھا نمرود جسے مرزا غالب نے اخدادِ باطلہ کی علامت کے طور پر سامنے رکھ کر بتایا کہ انسان پرستی میں بھلائی ممکن ہی نہیں:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

روئے زمین پر نمرود پہلا شخص تھا جس نے اعلانیہ ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے دور میں انسانیت قحط سالی کا شکار ہوئی۔ مجبوری کی اس حالت میں جب کوئی شخص اس کے پاس قوت لایموت کے لیے آتا تو یہ کم بخت پہلے اس سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرواتا اور پھر غلہ دیتا۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس کا مکالمہ اسی دور میں ہوا۔ اس مناظرے میں اس کی گفتگو بتاتی ہے کہ یہ بدبخت مذہباً دہریہ تھا۔ بالآخر اللہ کے نبی علیہ السلام کے سامنے تحیر و دہشت کا شکار ہو کر انقطاع دلائل پر مجبور ہوا۔

2- اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى

(سورۃ طہٰ 24)

ترجمہ: فرعون کے پاس جائیں کہ بیشک وہ سرکش ہو رہا ہے

انسان پرستی کو بطور مذہب پیش کرنے والوں کی فہرست میں ایک نام ہے: فرعون، یاد رہے کہ فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا۔ بلکہ یہ شاہان مصر کا لقب تھا۔ یہ لوگ تقریباً 3 ہزار قبل مسیح سے لیکر 332 ق م تک برسر اقتدار رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں مصعب بن عمیر نامی فرعون وقت کا بادشاہ تھا اس نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ لگا کر قوم کو اپنے پیچھے لگایا۔ خود تو گمراہ تھا ہی دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف لے گیا۔

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى

ترجمہ: اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ نہ دکھائی۔

(القرآن)

یہ شخص تقریباً چارسوسال تک زندہ رہا۔ بالآخر خود بھی تباہ ہوااور قوم کو بھی لے ڈوبا۔

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ

(القرآن)

فہرست کے آخر میں دونام ہیں:

1۔ علماءسوء 2۔ بے دین مشائخ

انسان پرستی میں ان کا کردار زیادہ گھناؤنا ہے۔ان کے گرد ہمیشہ اندھی عقیدت اور جہالت کادائرہ رہا ہے۔جس میں یہ لوگ نقطہ ماسکہ کا کام کرتے رہے ہیں۔

ناخلف جانشین

مذکورہ بالا دونوں ناموں کومشترکہ نام دیا جاتا ہے ''ناخلف جانشین'' ان لوگوں کی اکثریت اپنی ولادت کے حوالے سے سلف صالحین کی اولاد ہے۔ وہ مواحد لوگ تھے جن کی صورت وسیرت اور تعلیمات میں توحید باری تعالیٰ کے انوارات نظر آتے ہیں۔ساری زندگی اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کی دعوت دیتے رہے ۔لیکن بعد میں آنے والوں میں ورع وتقوی کا فقدان ہوا،عمل میں غبار آیا اور روحانیت جاتی رہی۔نتیجتاً یہ انسان پرستی یا شرک فی الحکم کے مراکز بن گئے۔

بقول شاعر مشرق :

میراث میں آئی ہے انھیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا

پھر انکے بعد (بعض) ایسے ناخلف جانشین ہوئے جنھوں نے نماز

کو برباد کیااور خواہشات (نفسانی) کی پیروی کی۔ پس یہ لوگ
عنقریب خرابی دیکھیں گے

(سورہ مریم:59)

علمائے لغت وتفسیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب ''خلف'' کے ''ل'' پر زبر ہو تو مراد ہوگا خلف صدق یعنی سچا جانشین اور ''ل'' پر جزم ہو تو اس کے معنی ہوں گے خلف سوء یعنی برا جانشین۔

ابن عربیؒ کے ایک قول کے مطابق صورت اول میں ''صالح'' اورصورت دوم میں ''طالح'' مراد ہوگا۔ پس یہاں صورت ثانیہ مقصود ہو گی۔ جبکہ اضاعوالصلوۃ اور واتبعوا الشھوات ان کی صفاتی نشانیاں ہیں۔عربی تراجم وتفاسیر میں اَضَاعُوا کوترکوا کے مترادف لیا گیا ہے۔جیسا کہ صاحب جلالین نے معنی کیا ہے۔ " بترکھا کالیھود والنصارىٰ" ادھر اُردو تراجم میں ہم معنی لیکن مختلف الفاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

ان میں سے حضرت قاسم فیوضات مولانا امیر محمد اکرام اعوانؒ نے ترجمہ فرمایا ہے:

''نماز کو برباد کیا'' لفظ برباد کرنا تمام ہم معنی الفاظ کی نمائندگی کرتا ہے''

یہاں محمد مدوک پکتھالؒ نے ruined worship کا جملہ استعمال کیا ہے۔ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ کے آخری دونوں تراجم ایک دوسرے کی معاونت وتصدیق کرتے ہیں۔

اس گروہ کی دوسری صفت ہے: وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ (اور وہ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔) یہاں واتبعوا اتباع سے ہے جس کے معنی ہوتا ہے پیچھے چلنا جبکہ شھوات جمع ہے شھوہ کی۔جس کے معنی ہیں خواہشات (Lust)

خواہشات کو شریعہ اسلامیہ کے مطابق پورا کیا جائے تو درست ورنہ مصیبت۔ اسباق قرآنیہ میں خَلْفٌ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہاں خلاف شریعہ خواہشات مراد ہیں۔ چناچہ

صاحب مظہری نے وضاحت فرمادی ہے:

آثر واشہوات النفس علی طاعۃ اللہ و اتو بالمعاصی

''اطاعت باری تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی خواہشات کے پیچھے دوڑتے ہیں اور گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔''

(تفسیر مظہری جلد6 ص29)

جب ہم اس آیۃ مبارکہ کو سورۃ الاعراف کی آیۃ نمبر 169 کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں تو پوری بات کھل کر سامنے آجاتی ہے یعنی قرآن کی تفسیر خود قرآن سے ہوجاتی ہے۔ حضرت قاسم فیوضات مولانا امیر محمد اکرم اعوانؒ نے اختصار و جامعیت کے ساتھ ان ناخلف جانشینوں کا طریق کار اور انجام کار بتادیا۔ آپؒ نے آیۃ ہذا کے اسباق میں چند انبیاءؑ کی سیرت و کردار اور دعوت کا ذکر فرمایا۔ بعد ازاں اس آیۃ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مشرکین سے لیکر یہود و نصاریٰ تک نے انہی حضرات کے نام اپنی مشرکانہ رسومات وابستہ کر رکھی ہیں۔ مگر یہ رسومات بعد کی ایجاد ہیں جب انکے بعد ان کی جگہ ناخلف اور نااہل لوگ آگئے۔ جنھوں نے عبادات کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ عبادات کی فرضیت تک سے انکار کر کے کافر ہوگئے اور نفس پرستی، حصول دنیا اور حصول ہوسِ اقتدار میں اسیر ہو کر تباہ ہوئے اور عبادات کی جگہ رسومات ایجاد کر کے دوسروں کی گمراہی اور تباہی کا باعث بنے۔ یہی حال بڑے بڑے اہل اللہ کا ہوا کہ انکے بعد نااہل لوگ ان کی جگہ قابض ہوگئے اور ہدایت کے کاموں سے ہٹ کر لوگوں کو ان رسومات میں مبتلا کر دیا اور اس طرح خود دولت کماتے رہے اور عیاشی کرتے رہے۔ العیاذ باللہ۔

مگر ایسے سب لوگ جہنم کے ایک بہت بڑے غار میں پھینکیں
جائیں گے جہاں ہر طرح کے عذاب جمع ہوں گے اور پھر عیاشی کا
عذاب الگ سے موجود ہوگا۔ نیز جس قدر بلندی کی ہوس تھی اس سے
کئی گناہ پستی میں دھکیل دیے جائیں گے''

اس دل دل سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے توبہ، تجدید ایمان اور عمل صالحہ۔ چنانچہ سورہ مریم کی اگلی آیہ کریمہ میں استثناء کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا۔

''ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کئے سو ایسے لوگ
بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا بھی نقصان نہ کیا جائے
گا۔''

دعا ہے کہ اللہ رب العزت شرک جلی وخفی دونوں سے بچائے۔ اس نے قوموں کی زندگی پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ انسان انسان کا غلام بن کر منڈیوں میں بکا اور جانوروں کی طرح باندھ کر رکھا گیا۔ یہ ہے انسان پرستی کی روداد۔

تاریخ کے چہرے سے پردہ اٹھتے ہی عیاں ہوتا ہے
قوموں کی بہاروں کا منظر کیوں وقف خزاں ہوتا ہے

****

جانشین شیخ حضرت عبدالقدیر اعوان زید مجدہ

کے ساتھ

ایک یادگار ملاقات

دارالعرفان حاضری

17 اکتوبر 2022ء کو شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ جناب عبدالقدیر اعوان صاحب زید مجدہ نے ایک email میں یاد فرمایا اور دارالعرفان حاضری کا عندیہ دے دیا۔ میرے لیے دارالعرفان کی مٹی بھی قابل صد احترام ہے کہ یہاں میرے عظیم شیخ یوم یبعثون تک آرام فرما ہیں۔ اس پر ملاقات کا عندیہ دیں ان کے لختِ جگر تو نورٌ علی نورٌ دل حاضری کیلئے بے چین ہوا، ایک ہوک سی اُٹھی کیفیت کچھ یوں تھی:

اس دل کے تڑپنے کا کچھ ہے تو سبب آخر
درد نے کروٹ لی یا تم نے ادھر دیکھا

یہاں تو دل کی کروٹ بھی ان کے دیکھنے کی محتاج ہے۔ زہے نصیب دل تو فوراً حاضری کا مطالبہ کر رہا تھا مگر بنانے والے نے دنیا کا نظام اسباب کے ساتھ جوڑ رکھا ہے۔ اسباب کا انتظار کرنا پڑا۔ بالآخر ۲۸ اکتوبر ۲۰۲۲ء کو میں اور میرے محبوب دوست محمد امجد خان آف ڈھوک شرفاء راہی سفر ہوئے۔ تقریباً ۱۲ بجے دارالعرفان کے مرکزی گیٹ پر اتر کر اندر داخل ہوئے سیکورٹی والے ساتھیوں نے ضابطے کی کارروائی مکمل کی اور آگے بڑھنے کی اجازت ملی۔ حضرت قاسم فیوضاتؒ کی قبر مبارک پر نظر پڑی تو محسوس ہوا جیسے صاحب مزار موجود نہیں ہیں۔ اپنی فکر کا اظہار کیا تو خان صاحب فرمانے لگے:

"آؤ یار! روئی پٹی کرساں تاں کم ہو ویسی"

خیر آگے بڑھے۔ وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرتؒ کے مزار پر حاضری دی لطائف کو گرما کر "احدیت" پر گئے اور وہاں سے سیدھا اپنے شیخؒ کے قدموں میں حاضری دی۔ کہاں یہ دار دنیا اور کہاں عالم برزخ۔ فاصلے سمٹ گئے اور پردے ہٹ گئے۔ الغرض کشف الغطاء کا یہ عمل پورا ہوا تو ہمارے سامنے ہمارے عظیم شیخؒ موجود تھے۔ وہی انداز،

وہی شفقت اور وہی مہربانی جو دار دنیا میں فرمایا کرتے تھے۔ انداز وہی تھا فرق بس اتنا کہ آج کی ملاقات بدنی و روحانی نہیں صرف اور صرف روحانی تھی جو دل کی آنکھ سے ہی ممکن ہے۔

جزاك الله که چشمم باز کر دی

مرا به جان جاں همراز کر دی

واضح نے کیفیات کے لئے الفاظ وضع ہی نہیں فرمائے ورنہ دل کر رہا تھا کہ اس مہربانی وفیض اور توجہ کا ذکر کرتا جو حضرتؒ نے عنایت فرمائی۔

"واہ! یار روئی پٹی کرساں تاں کم ہو و یسی"

محمد امجد خان کو اللہ جزائے خیر دے وہ پھر میرے حوصلوں کو سہارا دیتے ہیں۔

باطن سے ظاہر کی طرف

بالآخر نہ چاہتے ہوئے بھی اس ملاقات کو مختصر کیا اور دار العرفان کے مرکزی حال میں جا بیٹھے تاہم حضرتؒ سے رابطہ برقرار رہا۔ حتیٰ کہ 12:35 پر جمعۃ المبارک کی پہلی آذان ہوئی تو سنتیں ادا کیں۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک شخص دھیمی چال سے ہماری طرف آیا۔ میانہ قد، گول چہرہ اور داڑھی کے سنہری بالوں کی چمک اس پر مزید۔ یہ تھے جناب ہیڈ ماسٹر محمد خان صاحب کمال مہربانی سے گلے ملے۔ خان صاحب کو بوسہ دیا اور بندہ غریب کی طرف توجہ فرمائی۔ تیز نگاہوں کے تیر دل میں اتار کر اپنی مخصوص جگہ پر جا بیٹھے اتنے میں منارہ اکیڈمی کے پھول جیسے بچے ہاتھوں میں قلم و کاغذ لیے مخصوص لباس اور خاص ترتیب میں آ کر بیٹھ گئے۔ دیگر احباب بھی آ کر بیٹھتے گئے۔ انتظامیہ نے اپنے اپنے فرائض سنبھال لئے۔ انتظار تھا تو حضرت قاسم فیوضاتؒ کے جانشین کا جو آج وراثتِ ممبر و محراب کے امین ہیں۔ حال کے شمالی جانب سے وہ دروازہ کھلا جہاں سے کبھی حضرت قاسم فیوضاتؒ

تشریف لاتے تھے۔ چند لمحے حال سے کٹ گیا مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ان الزمان مفرق الاحباب

حضرت عبدالقدیر اعوان صاحب تشریف لائے۔ ممبر پر بیٹھتے ہی چند طلباء کو ظاہری بیعت میں لیا اور جمعۃ المبارک کا بیان شروع ہوا۔ قرآن حکیم کھول کر سورۃ البقرہ کی آیۃ نمبر 173 کی تلاوت فرمائی۔ گفتگو کے آغاز میں حضرت نے لمحہ موجودہ کی اہمیت کو واضح کیا مفہوم تھا:

> انسانی مزاج بھی عجیب ہے جو وقت میسر ہے اسکے اندر رہتے ہوئے تو عمل کرتا نہیں اور آئندہ کی سوچ رکھتا ہے یہ درست نہیں۔ موجودہ وقت کو غنیمت جان کر عمل کرنا ہی عقلمندی ہے۔ بعد ازاں آیۃ مبارکہ کی تفسیر کرنے لگے تو اس بات پر زور دیا کہ کوئی شخص قرآن و سنت کا مفہوم و مدعا نہ تو خود سے متعین کر سکتا ہے اور نہ ہی حلال و حرام کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ اس کیلئے مستند علماء کی بات پر عمل کرنا ہوگا جنہوں نے زندگی کے قیمتی ماہ و سال اس علم کے حصول میں لگا کر سند کو قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا۔ حلال و حرام کی بات شروع ہوئی تو حلال کی اہمیت و ضرورت اور اس کے اثرات بیان کئے۔ ادھر حرام کا وبال اور انسانی معاشرے پر اس کے منفی اثرات کو سامنے رکھا گیا۔ ایک پر عمل اور دوسرے سے اجتناب کی بات ہوئی۔ و ما احل بہ لغیر اللہ کے حوالے سے واضح کیا گیا کہ کسی بزرگ کے ایصال ثواب کے لئے اللہ کے نام پر ذبیحہ اور چیز ہے اور اگر بزرگ ہی کے نام پر ذبیحہ ہو تو بات دوسری طرف چلی جائے گی۔ آیہ کریمہ بالکل واضح ہے پھر جھگڑا کس بات پر۔

گفتگو کے آخر میں انسانی مجبوریوں کی بنیاد پر احکامات میں شرعی رعایت کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و مہربانی کی بات کی بشرطیکہ بغاوت وتجاوزِ حدود کا ارتکاب نہ ہو۔

یہ تقریباً 45 منٹ کا بیان تھا جس کی ریکارڈنگ ہوتی رہی ایک ساتھی بار بار اٹھ کر مختلف زاویوں سے حاضرین بالخصوص صدر نشین کی تصاویر لیتا رہا۔ اس عنوان پر مشکوٰۃ شریف میں ایک پورا باب موجود ہے۔فلیرجع

دوسری آذان کے بعد قاری صاحب نے مسنون عربی خطبہ پڑھ کر نماز پڑھائی۔ ابھی ہم سنتیں پڑھ ہی رہے تھے کہ ایک نوجوان ساتھی ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔نماز سے فارغ ہوئے تو ہمیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالقدیر اعوان صاحب ہمیں اپنے دفتر میں بلا رہے ہیں۔اس نوجوان کی رہنمائی میں ہم ملحقہ دفتر میں پہنچے جہاں کبھی حضرت قاسم فیوضاتؒ تشریف فرمایا کرتے تھے۔روحانیت کی بات اپنی جگہ مگر خوگر پیکر محسوس ہے انسان کی نظر آج انھیں اپنے سامنے نہ پا کر اس درد کی شدت تازہ ہوئی جو سر سے باپ کا سایہ اٹھ جانے سے اٹھا کرتا ہے۔ یار یہ دنیا ڈھل جانے والا سایہ ہی تو ہے۔

انما الدنیا کظل زائل... اور کضیف بات لیلاً فارتل

ترجمہ : دنیا ختم ہو جانے والے سایہ کی مانند ہے یا اس مسافر کی طرح جس نے رات گزاری اور چل دیا۔

(دیوان علیؓ)

دماغ کی سکرین پر ماضی کے نقوش ابھرنے لگے۔ ماہ و سال کی الٹی گنتی شروع ہوئی تو الاخوان کے پلیٹ فارم سے نفاذ شریعت کی تحریک، دارالعرفان کے وسیع میدانوں میں خیمہ بستی کا قیام اور حضرت قاسم فیوضات کا روزانہ کا بیان، سبھی تو میرے سامنے تھا۔

ادھر حضرتؒ کی دور اندیشی اور ادھر یا لوگوں کی کوتاہ بینی۔ میں اس وقت پنڈی

ڈویژن کے کیمپ میں سیکورٹی سے متعلق ڈیوٹی کر رہا تھا۔ جناب محمد امجد خان، ملک عبدالرؤف صاحب اور میں ایک ہی خیمہ میں قیام رکھتے تھے۔

انسان جہاں بھی ہو ضروریات ولوازمات تو ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ پرسکون اور پرشکوہ کام کرنے کے لئے ان کی تسکین کا معقول انتظام ضروری ہوتا ہے۔ فیلڈ کیمپ کی صورت میں یہ ذمہ داری کیمپ انچارج کی ہوتی ہے۔

میرے کیمپ میں جائے ضرورت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ فیلڈ میں عارضی بیت الخلاء بنا لئے جاتے ہیں مگر یہاں تو ایسی کوئی چیز نہ تھی۔ یہ محمد امجد خان صاحب کا تجربہ تھا کہ ہم نے اپنے خیمہ کے ساتھ اس ضرورت کا انتظام کر رکھا تھا۔ جبکہ باقی پورے کیمپ کے ساتھی کھلے آسمان تلے رفع حاجت پر مجبور تھے۔ اس حالت میں صوفیوں کے اعضائے قبل کا کوئی پردہ تھا نہ دُبر کا۔ یہ منظر دیکھ کر قریبی آبادی بھی توبہ توبہ کر اٹھی! شاید ایسے ہی کسی منظر کو دیکھ کر انگریز سیاح نے مزاحاً کہا تھا۔

(India is a big Toilet)

یہ تھی ذمہ داران راولپنڈی ڈویژن کیمپ کی کارکردگی۔

ہم نے جب ان معاملات پر بات کی تو ہمیں اپنی جگہ سے خیمہ اٹھانے کا حکم دیا گیا اس طرح کیمپ کے ایک الگ تھلگ گوشے میں خیمہ نصب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ رمضان المبارک کے دن تھے مجموعی طور پر کھانے پینے کا انتظام درست نہ تھا۔ معیار کی بات کی جائے یا بروقت تقسیم کی، ہر دو کی نوعیت قابل رحم تھی تاہم ہمارے پاس اپنا باورچی تھا۔ خوردونوش سحری وافطاری کا اپنا انتظام موجود تھا۔

میں حضرت کے دفتر میں بیٹھا ہوں یہی دفتر تھا خیمہ بستی کے زمانہ میں الاخوان کے جملہ عہدیداران کی روزانہ میٹنگ ہوتی تھی اس میٹنگ کے صدر میرے عظیم شیخ حضرت قاسم فیوضاتؒ ہوتے تھے۔ خیمہ بستی میں موجود ساتھیوں کی مجموعی تعداد روزانہ کی بنیاد پر

حضرت کے سامنے رکھی جاتی جسے فوجی زبان میں شاید پریڈ سٹیٹ کہتے ہیں۔ بندہ ناچیز بھی اس نشست میں بحیثیت نائب صدر الاخوان ضلع اٹک حاضری دیتا تھا۔ بات کچھ اور تھی اور حضرتؒ کو کچھ اور بتایا گیا تھا۔ بات میرے اختیارات سے اوپر تھی کیسے بولتا؟ جبکہ بولنا ضروری تھا اس وقت الاخوان ضلع اٹک کے صدر جناب محمد امجد خان صاحب تھے۔ پس میں نے انہیں کہہ دیا کہ آج میٹنگ میں آپ جائیں گے۔

صدر الاخوان ضلع اٹک میٹنگ میں گئے تو میں بھی وہیں موجود تھا۔ میٹنگ ختم ہوئی دفتر کے باہر مسجد کے ہال میں زونل صدور سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ جب انکے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو خان صاحب نے ان سے مخاطب ہو کر درد بھرے لہجے میں کہا:

"آپ لوگوں نے حضرت کے سامنے بھلا جھوٹ بولا ہے ہم تو مارے شرم کے گھر جانے کے قابل بھی نہ رہے۔"

اس پر جناب کرنل (ر) بشیر صاحبؒ نے چبھتے ہوئے انداز میں فرمایا:

"سردار محمد امجد خان یہ ضلعی صدور کی میٹنگ نہیں"

خان صاحب بولے:

"ہم جا رہے ہیں جو بات کرنی تھی سو کر دی"

یہ پرویز مشرف کا دور حکومت تھا۔ وزیر مذہبی امور کی قیادت میں حکومتی وفد مذاکرات کے لئے حضرتؒ کے پاس دارالعرفان آیا۔ کامیاب مذاکرات کے نتیجہ میں حکومت کی طرف سے نفاذ اسلام کا وعدہ کیا گیا۔ اور یوں خیمہ بستی اٹھانے کا اعلان ہوا۔

یہ الگ بات ہے کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ اور یہ ملک آج بھی قوانین اسلامیہ کے نفاذ کا منتظر ہے۔ اس ساری تفصیل کا یہاں بیان کرنیکا مقصد؟

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

(سورۃ ابراہیم:5)

میں ماضی کے خیالوں میں گم تھا کہ کسی کی آمد نے حال کی خبر دی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو میرے عظیم شیخؒ کے لخت جگر جناب عبدالقدیر اعوان صاحب تشریف فرما تھے۔ وہی قدو قامت، وہی سراپا اور وہی انداز گفتگو۔ اگر میں آوا گون کا قائل ہوتا تو نام بھی وہی دے دیتا مگر نقل اور اصل کے فرق کو بھلا کون مٹا سکتا ہے۔

سبھی لوگ مصافحہ کر کے اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئے جبکہ حضرت اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ کمال شفقت سے ہمیں اپنے قریب والی نشست پر بٹھا کر میرے بیٹے محمد اسامہ رشید خان سے ہونے والی email گفتگو مورخہ 17 اکتوبر 2022ء کے حوالے سے فرمانے لگے:

"اس جا کِتے مانھ لِکھا ، مین آکھا یار توں کھہ پیا آکھنا و یں۔"

اس کے بعد فرمانے لگے:

"میری مصروفیات اتنی زیادہ ہیں جے ایتھے تاں نہ رات دا پتہ چلنا تے نہ دن دا۔ میرے علم وچ تاں کُجھ وی نہیں۔ چھوڑو ساریاں نوں۔ تساں نا جہیڑا تعلق میرے نال ہے اس وچ کوئی ہور آہی نہیں سکدا۔ ایہہ تساں نا اپنا گھر ہے، جس ویلے دل کرے آؤ ونجو کوئی رکاوٹ نہیں۔ ہاں آنڑ تو پہلاں ٹیلیفون کر کے دس دیوو۔ میں موجود ہوواں تاں درست، نہیں تاں دارالعرفان والیاں نو آکھ دیساں اوہ اٹینڈ کرسن۔"

بعد ازاں ہم نے روانگی کی اجازت مانگی تو شوکت نامی ساتھی کو حکم دیا کہ:

"انہیں اپنا، ایک اور ساتھی کا اور میرا فون نمبر لکھ کر دے دو اور ان کا نمبر لکھ لو"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ ہم نے اجازت چاہی اور مصافحہ کیا تو حضرت کے حکم پر شوکت نامی یہ ساتھی باہر تک ہمیں چھوڑنے آیا۔ اس طرح دارالعرفان سے ہماری واپسی ہوئی۔

هذا فراق بيني وبينك

****

******

الٰهی لستُ للفِردوسِ اَهْلاً
ولا اقوی علی نار الْجحیم
فهب لی توبة واغفر ذنوبی
فانک غافرالذنب العظیم

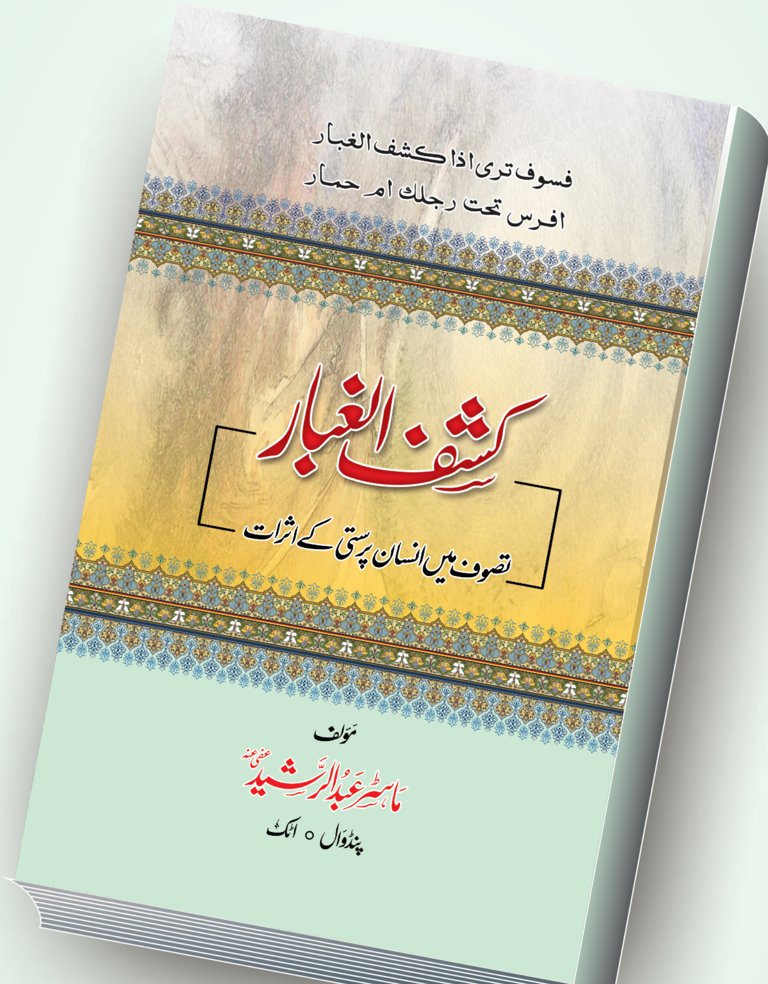
امام عبدالوھاب شعرانی

مفہوم منظوم:

نہیں قابل میں جنت کے الٰہی
نہ دوزخ جھیلنے کی روبراہی
ہے توبہ اور بخشش کی دہائی
تو بخشنہار و غفار خطائی

****

(بشکریہ صدائے جرس)


فسوف ترى اذا كشف الغبار
افرس تحت رجلك ام حمار
کشف الغبار
تصوف میں انسان پرستی کے اثرات
مؤلف
ماسٹر عبدالرشید عفی عنہ
پنڈوال ○ اٹک